هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ط

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

تحریک جدید کا اخبار

قادیان

ایڈیٹر:- میر قاسم علی احمدی!

تاریخہائے اشاعت:- ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

شرح چندہ پیشگی

سرپرستان	معاونین	عام چندہ	ششماہی	بیرون ہند
صہ/	للعہ	عا/۸	عہ/۸	۸ شلنگ

قیمت فی پرچہ ۱/

منیجر:- رشید احمد خاں

جلد ۲۴ | قادیان دارالامان مورخہ ۳۰ شعبان ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۹ء | نمبر ۳۸

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

کا

جماعت احمدیہ کے نام پیغام

جیسا کہ میں چھ سات سال ہوئے ایک شوریٰ کے موقعہ پر اپنی ایک رؤیا بیان کر چکا ہوں۔ ٹیریٹوریل فوج میں بھرتی جماعت کے لئے نہایت ضروری اور مفید ہے۔ اور مجھے اللہ تعالےٰ نے بتایا۔ کہ یہ کام آئندہ کے لئے جماعت کے لئے بابرکت ہوگا۔ اور یہ بھی بتایا گیا کہ جماعت اس کام میں سستی سے کام لے رہی ہے۔ آج اس خواب کا نتیجہ ظاہر ہو رہا ہے۔ احمدیہ کمپنی بوجہ ریکروٹوں کی کمی کے ٹوٹنے کے خطرہ میں ہے۔ احمدی جہاں ممکن ہو مستقل فوج میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور اسکی طرف ان کی توجہ کم ہے۔ اسقدر عرصہ پہلے خدا تعالیٰ کا ان حالات کو بتانا مومنوں کے ایمان کی زیادتی کا موجب ہونا چاہیئے۔ اور انہیں اپنی پوری طاقت اس نقص کے دور کرنے میں خرچ کرنی چاہیئے۔ پس میں اس اعلان کے ذریعہ سے جماعت احمدیہ کی تمام انجمنوں اور ان کے کارکنوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اس کام کو ایک دینی کام سمجھ کر نوجوانوں میں اسکی رغبت پیدا کریں۔ اور ہر جگہ کی انجمن فوراً قابل نوجوانوں کی فہرست بھجوائے۔ جو اس کام کے اہل ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کی رضا کے لئے اور جماعت احمدیہ کے وقار کے قیام کے لئے اس فوج میں بھرتی ہونے کے لئے تیار ہوں۔ یہ کام دس دن کے اندر ہو جانا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ ان لوگوں پر فضل کرے۔ جو اس کام میں میری مدد کریں۔

خاکسار میرزا محمود احمد

رپورٹ تبلیغ بیرون ہند

جاوا مشن (سروبایا)

ملک عزیز احمد صاحب اپنی رپورٹ ۱۸ اگست تا ۳؍ ستمبر میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ عرصہ زیر رپورٹ میں ایک مضمون تیس صفحات کا لکھ کر ایک رسالہ میں شائع ہونے کے لئے دیا۔ اور ایک بار ایک دوسرے شہر ٹرولن نامی میں گیا۔ جہاں دو روز ٹھہرا قریباً ۲۵ آدمیوں سے ملاقات ہوئی۔ اور مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔

بہت سے دوستوں کو بذریعہ خطوط تبلیغ کی۔ اور ایک کتاب کا ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد ختم ہو جاوے گی۔ اور اندازہ ہے۔ کہ قریباً ۹۰ گلڈر اس پر خرچ ہوں گے۔ تربیت کے لئے قرآن مجید کا درس دیا جاتا ہے۔

پوروو کرتو (جاوا) مشن

سید شاہ محمد صاحب مکتوب محررہ ۲۶؍ ستمبر میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ وہ ۶؍ ستمبر سے سینی ٹوریم میں داخل ہو چکے ہیں۔ اس عرصہ میں ان کی صحت میں خاصہ افاقہ ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۲ پونڈ ۳ اونس کی زیادتی ان کے وزن میں ہوئی ہے۔ خون بھی پہلے سے عمدہ اور مقوی ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب انچارج نے ان کو ایک وقت کھانا ڈائننگ روم میں کھانے کی اجازت دے دی ہے۔ اور غسل کرنے کی بھی اجازت دے دی۔ ایسا ہی اور اس قسم کی اجازتیں دے دی ہیں۔ یہ علامات ایسی ہیں۔ کہ جو بہت امید افزا ہیں۔ سعید صاحب صحت کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

جاپان مشن

مولوی عبد الغفور صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اس عرصہ میں پندرہ بیس روز تک پیچش کی وجہ سے صاحب فراش رہا۔ کمزوری تا حال باقی ہے۔ دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

بونس آیرس مشن

مولوی رمضان علی صاحب مکتوب محررہ ۱۶؍ ستمبر میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ عرصہ زیر رپورٹ میں تبدیلی آب و ہوا کے لئے اندرون ملک گیا۔ بہت لوگوں سے تعارف ہوا۔ اور تبلیغ کے علاوہ تربیت کا موقعہ بھی ملتا رہا۔

بالالتزام نماز جمعہ ادا کی جاتی رہی۔ اور احوال حاضرہ سے متعلقہ خطبات پڑھے گئے۔ ہر اتوار کو احمدی اور غیر احمدی دوستوں کا اجتماع دار التبلیغ میں ہوتا۔ مسائل سمجھانے کے علاوہ تربیتی درس بھی دیئے گئے۔ عرصہ زیر رپورٹ میں ایک احمدی اور غیر احمدی کا جھگڑا ہو گیا۔ اسلامی شریعت اور عرف عام کے مطابق فیصلہ کیا گیا۔ جس سے جانبین خوش ہوئے۔ دو معزز غیر احمدیوں کی وفات پر تعزیت کے لئے گیا۔ ماہ رمضان میں درس قرآن مجید اور نماز تراویح باجماعت ادا کرنے کا انتظام کرنے کا ارادہ ہے۔

ایک خاص دعا کی درخواست

میرا بیٹا لفٹیننٹ بشیر احمد خاں جنگ کے لئے روانہ ہوا ہے۔ احباب کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ اس کے لئے دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالیٰ اسکو خیر و عافیت اور کامیابی کے ساتھ مع الخیر واپس لاوے

کرنل اوصاف علی خاں سی۔ آئی۔ ای۔ دہلی

خریداران اخبار الحکم کی خدمت میں اطلاع

میری شدید بیماری اور مالی مشکلات کی وجہ سے گذشتہ تین ماہ سے اخبار الحکم کا نظام عمل بالکل درہم برہم ہو گیا تھا۔ اور میرے لئے اس کا جاری رکھنا بالکل ناممکن ہو گیا تھا۔ اسی سلسلہ میں بغرض علاج قادیان سے باہر جانا پڑا۔ اب میں اپنے سفر سے واپس آ گیا ہوں۔ اور الحکم کے شائع کرنے کا انتظام کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے۔ کہ ۱۴؍ اکتوبر تک الحکم کا پرچہ خریداران کی خدمت میں پہنچ جائیگا

جوبلی نمبر

الحکم کا ایک خاص نمبر جو جوبلی نمبر کے نام سے موسوم ہوگا۔ ۱۴؍ دسمبر کو انشاء اللہ شائع ہوگا۔ یہ نمبر سلسلہ عالیہ احمدیہ کی جوبلی۔ خلافت ثانیہ کی جوبلی۔ اور پھر خود اخبار الحکم کی جوبلی کے متعلق نہایت قیمتی مضامین سے بھرپور ہوگا۔ جو اخبار الحکم کا یہ خاص نمبر خریدنا چاہیں۔ جو بہت سے قیمتی فوٹو بلاکوں سے مزین ہوگا۔ وہ آج ہی اپنے آرڈر سے مطلع فرماویں۔

سلسلہ کے ادباء و شاعر صاحبان سے درخواست ہے۔ کہ اس سلسلہ میں اپنے قیمتی مضامین اور نظمیں بھیج کر ممنون فرماویں والسلام

(محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم)

فریضۂ زکوٰۃ کی اہمیت

ارکان اسلام میں سے تیسرا رکن زکوٰۃ ہے اور یہ ہر صاحب نصاب پر نماز کی طرح فرض ہے۔ اگر کوئی اس فرض کو خوشی سے ادا نہیں کرتا۔ تو وہ قابل مواخذہ ہے۔ قرآن کریم میں جہاں نماز کا ذکر ہے۔ اس کے ساتھ ہی زکوٰۃ کی اہمیت بھی بیان فرمائی گئی ہے۔ صاحب نصاب ہو کر ادائیگی زکوٰۃ میں تساہل نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ تارک نماز اور تارک زکوٰۃ میں کوئی فرق نہیں۔ ہمارے احمدی احباب کو اس طرف خاص توجہ دینی چاہیئے۔ میں نے احتیاطاً احباب کی خدمت میں یاددہانی کرا دی ہے۔ اور اب بذریعہ اخبار بھی عام اعلان کے ذریعہ احمدی احباب کو مطلع کرتا ہوں۔ کہ وہ کسی خاص مہینہ کے انتظار میں نہ رہا کریں۔ بلکہ جب بھی کسی مال پر سال گزر جائے۔ اسکی زکوٰۃ بھیجدیا کریں۔ (ناظر بیت المال)

سونے اور چاندی کے زیوروں کی زکوٰۃ

سونے اور چاندی کے جو زیور عام طور پر عورتوں کے استعمال میں رہتے ہوں۔ اور غرباء کو بھی عاریۃً دیئے جاتے ہوں۔ ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اور اگر عام طور پر استعمال میں رہتے ہوں۔ لیکن غرباء کو عاریۃً نہ دیئے جاتے ہوں۔ تو ان کی زکوٰۃ ادا کر دینی ہی بہتر ہے۔ لیکن واجب نہیں ہے۔ جو زیور عام طور پر استعمال میں نہ رہتے ہوں۔ ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔ (ناظر بیت المال)

دار الامان کا ہفتہ

قادیان ۱۱؍ اکتوبر۔ ناصر آباد سے ۸؍ اکتوبر کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کو آج سر درد کی شکایت رہی۔

حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی طبیعت اچھی ہے۔

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب آئی سی ایس ملتان سے آج ۱۲ بجے کی گاڑی سے تشریف لائے۔ آپ کی تبدیلی گوڑگاؤں کی ہو گئی ہے۔

درخواست دعا:۔ محمد بشیر صاحب آزاد مرید کے سے اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ان کے والد شیخ غلام محمد صاحب کچھ دنوں سے علیل ہیں۔ ان کی صحت و شفائے عاجل کے لئے احباب دعا کریں۔

خلافت جوبلی فنڈ

رقم مجوزہ	تین لاکھ ۔/۔/	۳۰۰۰۰۰
اب تک کے وعدے	دو لاکھ انسٹھ ہزار ۔/۔/	۲۵۹۰۰۰
اب تک کی وصولی	ایک لاکھ بیاسی ہزار اٹھائیس ۔/۔/	۱۸۲۰۲۸

تحریک خلافت جوبلی فنڈ کو کامیاب بنانا سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ہر فرد پر واجب ہے۔ جوبلی منانے میں صرف اڑھائی مہینے کے قریب باقی ہیں۔ جلسہ سے پہلے پہلے مجوزہ رقم پوری ہونی ضروری ہے۔ احباب اپنے فرض کو پہچانیں۔ (ناظر بیت المال قادیان)

اعلان معافی

۹؍ ستمبر ۱۹۳۹ء کو سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے چودھری کرم الٰہی صاحب ظفر اور میاں عبد الحی صاحب واقفین تحریک جدید کو اغراض وقف پورا نہ کرنے کی وجہ سے ایک ماہ کے لئے معطل فرما دیا تھا۔ اب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس میعاد کے گزر جانے پر ۱۱؍ اکتوبر ۳۹ء کو ان کی سزا معاف فرماتے ہوئے مجاہدین میں شامل فرما دیا ہے۔ (انچارج تحریک جدید قادیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۳۰ر شعبان سنہ ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۴ر اکتوبر سنہ ۳۹ء | نمبر ۳۸

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۲ر ستمبر سنہ ۳۹ء

اسلام احمدیت اور ہندوستان کا مفاد انگریزوں کے ساتھ تعاون کرنے میں ہے

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں یہ **نہایت ہی لطیف نکتہ** بیان فرمایا ہے۔ کہ ضروری نہیں ہوتا۔ کہ جو چیز تم کو جلدی ملنے والی ہو۔ وہ تمہارے لئے اچھی بھی ہو۔ بلکہ بسا اوقات جو چیز بعد میں آنے والی یا دیر سے ملنے والی ہوتی ہے۔ وہ زیادہ اچھی ہوتی ہے۔ اور قریب میں رکھی ہوئی یا قریب میں ملنے والی چیز بُری ہوتی ہے۔ جس طرح قرآن کریم نے اس نظریہ کو پیش کرکے دنیا کی ہمتوں کو بڑھانے اور اس کے اخلاقی معیار کو بلند کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ بعض دفعہ **چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب** آجایا کرتی ہیں۔ اسی طرح اس نے اس نظریہ کو پیش کرکے انسان کی عقل اور اسکی ذہانت کو تیز کر دیا ہے۔ کہ یہ ضروری نہیں۔ کہ کوئی چیز جو قریب الحصول ہو۔ وہ زیادہ اچھی ہو۔ اور جس چیز کے متعلق **انسانی قلوب میں شکوک** اور شبہات ہوں۔ کہ معلوم نہیں۔ وہ ملتی بھی ہے۔ یا نہیں۔ اور اگر ملتی ہے تو کب اور کس رنگ میں وہ بُری ہو۔

انسانی فطرت کی یہ کمزوری ہے۔ کہ وہ قریب کی چیز کو جو مل رہی ہو۔ بہتر سمجھتی ہے۔ کیونکہ وہ خیال کرتی ہے۔ کہ نہ معلوم کوئی اور چیز ملتی بھی ہے۔ یا نہیں۔ پھر کیوں نہ میں اس **قریب سے ملنے والی چیز** سے فائدہ اٹھالوں۔ اس لالچ اور حرص کی وجہ سے وہ تمام پہلو جن پر غور کرنا ضروری ہوتا ہے۔ انسان انہیں بھول جاتا ہے۔ کیونکہ جب کسی انسان کے دل میں لالچ پیدا ہو جاتا ہے۔ تو اسکی عقل ماری جاتی ہے۔

بیسیوں انسانوں کو تم دیکھو گے۔ کہ وہ اپنے دوستوں کی مجلس میں بیٹھ کر یہ ذکر کر رہے ہوں گے۔ کہ ہم نے فلاں کام کیا۔ اور ہمارا خیال تھا۔ کہ ہمیں اس میں فائدہ ہوگا۔ مگر بجائے فائدہ کے ہمیں نقصان ہو گیا۔ اور جب ان سے پوچھو۔ کہ اس بارہ میں تم نے پہلے غور کیوں نہ کر لیا۔ تو وہ کہیں گے۔ کہ ہم کیا کریں۔ ہماری تو عقل ماری گئی تھی۔ یہ اسی نظریہ کی ترجمانی ہے۔ جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ کہ جب انسان کے دل میں لالچ پیدا ہوتا ہے۔ تو اسکی نظر محدود ہو جاتی ہے۔ اور نظر محدود ہو جانے کی وجہ سے وہ کھلے اور روشن دلائل جو دوسروں کو نظر آتے ہیں۔ اُسے نظر نہیں آتے۔ لیکن جب انسان کی نظر وسیع ہوتی ہے۔ تو وہ تمام پہلوؤں پر غور کرتا اور اپنے نفع اور نقصان کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور جب وہ دیکھتا ہے۔ کہ قریب کی نفع مند چیز انجام کے لحاظ سے مضر ہے۔ تو وہ اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیتا ہے۔ کہ مجھے اپنے نفس کی خواہشات کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ مجھے لالچ اور حرص کے ماتحت قریب کی فائدہ مند چیز کو نہیں لینا چاہیئے۔ بلکہ اس وقت تک مجھے انتظار کرنا چاہیئے۔ جب تک مجھے حقیقی طور پر اچھی چیز نہ مل جائے۔

مَیں دیکھتا ہوں۔ دنیا میں بہت سے لوگ اس قسم کے غلط اندازے کر کے **بڑی بڑی ترقیات سے محروم** ہو جاتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ صحیح اندازے کرکے بہت بڑی ترقیات کو حاصل کر لیتے ہیں۔ ایک طالب علم جو کھیل کود کے مزے کو دیکھتا ہے۔ جب اس مزے کو تعلیم پر مقدم کر لیتا ہے۔ تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ ایک قریب کا نفع ہے۔ جو مجھے حاصل ہو رہا ہے پھر کیوں نہ میں اس نفع کو پوری طرح سے لے لوں۔ میرے ماں باپ مجھے کہتے ہیں۔ کہ تم پڑھ لکھ لوگے۔ تو بڑے آرام سے زندگی بسر کر سکو گے۔ مگر مجھے تو بغیر پڑھے لکھے ہی آرام کی زندگی حاصل ہے۔ پھر میں کیوں پڑھوں۔ اور کیوں محنت کروں۔ میرے لئے یہی آرام کافی ہے۔ جو کھیل کود کی صورت میں مجھے مل رہا ہے۔ اسکی عقل اتنی ماری ہوئی ہوتی ہے۔ اور اس کی نظر اتنی تنگ ہوتی ہے۔ کہ وہ اس آرام کو جو اسے مل رہا ہوتا ہے۔ مقدم کر لیتا ہے۔ اور یہ بالکل محسوس نہیں کرتا۔ کہ کھیل کود کے آرام میں اور اس آرام میں جو تعلیم مکمل کر لینے کے بعد طالب علم کو حاصل ہوتا ہے۔ کیا فرق ہے۔

انبیاءؑ دنیا میں آتے ہیں۔ اور وہ اپنی تعلیم پیش کرکے کہتے ہیں۔ کہ اگر اس پر عمل کروگے تو **تمہیں جنت مل جائے گی** مگر دوسرے لوگ جو شرابیں پیتے ہیں۔ جوئے کھیلتے ہیں۔ بدیوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ گالی گلوچ بکتے رہتے ہیں۔ لڑائی جھگڑے پر دوسرے کا سر بھی پھوڑ دیتے ہیں۔ جب اس قسم کی باتوں کو سنتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ جنت تو ہمیں حاصل ہے۔ ہم جب اپنی مرضی کے مطابق کھاتے۔ مرضی کے مطابق پیتے اور مرضی کے مطابق تمام کام کرتے ہیں۔ تو اس جنت کے علاوہ اور کونسی جنت ہے۔ جس کی ہمیں ضرورت ہے۔ بلکہ حق یہ ہے۔ کہ جب انہیں کہا جاتا ہے۔ کہ تم شراب چھوڑ دو۔ جوا ترک کردو۔ بدیوں سے باز آجاؤ۔ گالی گلوچ سے کام نہ لو۔ اور نہ لڑائی جھگڑے پر کسی کا سر پھوڑو۔ تو وہ کہتے ہیں۔ کہ ان باتوں پر عمل کرنا تو ایک دوزخ ہے۔ ہم ان باتوں پر عمل نہیں کر سکتے۔ جس چیز کو جنت کہا جاتا ہے۔ وہ تو ہمیں حاصل ہے۔ ہم اپنی مرضی کے مطابق تمام کام کرتے ہیں۔ اور کسی کی حکومت برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ کتنی بڑی جنت ہے۔ جو ہمیں حاصل ہے۔ گویا ان کے خیال میں اگر کوئی گالی دے۔ تو اس کے جواب میں اگر اس کا سر نہ پھوڑ دیا جائے۔ تو یہ ایک بے کیف زندگی ہوگی۔ اسی طرح ان کے خیال میں اگر انہیں ناجائز رنگ میں اپنا مال اور اپنے اوقات استعمال کرنے سے روکا جائے۔ تو یہ ان کے لئے بہت بڑا جہنّم اور عذاب ہوگا۔ لیکن اگر وہ اپنی مرضی کے مطابق کام کرتے رہیں۔ تو ان کی زندگی جنت کی زندگی ہوگی۔ یہ تفاوت بھی اسی وجہ سے ہوتا ہے۔ کہ وہ اس آرام کو دیکھ کر جو انہیں ایک قریب عرصہ میں اور تھوڑے عرصہ کے لئے حاصل ہوتا ہے۔ دھوکا کھا جاتے اور اپنی نظر کو محدود کرکے اس حقیقی جنت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جو انبیاء کی اطاعت میں انسانوں کو حاصل ہوتا ہے۔

تو جو چیز قریب ہوتی ہے۔ وہ بعید کی چیزوں کو نظروں سے اوجھل کر دیتی ہے۔ اور قریب والی چیز خواہ کتنی چھوٹی ہو۔ بڑی دکھائی دیتی ہے۔ اور دور کی چیز خواہ کتنی بڑی ہو۔ چھوٹی نظر آتی ہے۔ جیسے پہاڑ سینکڑوں میل لمبے چلے جاتے ہیں۔ اور اونچے بھی وہ کئی کئی ہزار فٹ ہوتے ہیں۔ مگر دُور سے دیکھنے والوں کو وہ ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے کوئی چھوٹا سا ٹیلہ ہوتا ہے۔ لیکن ایک پنسل جو آنکھ کے سامنے

ہوتی ہے۔ وہ خواہ کتنی ہی چھوٹی چیز ہے۔ انسان کو بڑی دکھائی دیتی ہے۔ شیشے کا ایک گولہ جس کا قطر ایک انچ یا ڈیڑھ انچ ہو۔ وہ بعض دفعہ اس پہاڑ سے بڑا دکھائی دیتا ہے۔ جو سینکڑوں میل لمبا ہوتا ہے۔ کیونکہ پہاڑ دور ہوتا ہے۔ اور شیشہ نے آنکھ کا احاطہ کیا ہوا ہوتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ اس وقت

ہندوستان کے نوجوانوں کے دماغوں کی کیفیت

اسی قسم کی ہو رہی ہے۔ اور بالعموم ان کے دل میں یہ احساس پیدا ہو رہا ہے۔ کہ اگر موجودہ جنگ میں انگریزوں کو ضعف پہنچ جائے۔ یا یہ ہار جائیں۔ اور شکست کھا جائیں تو یہ اچھی بات ہوگی۔ خواہ اس کے ساتھ ہمیں بھی نقصان پہنچ جائے۔ کیونکہ انہوں نے ہماری آزادی چھینی تھی۔ اور ایک غیر ملک سے آکر ہم پر حکومت کی۔ اب موقع ہے۔ کہ انہیں ان کے کئے کی سزا ملے۔ اور جنگ میں ان کو ضعف پہنچے۔ ایسا احساس دشمنوں یا غیر قوموں کے خلاف

بعض دفعہ جائز اور بعض دفعہ ناجائز

ہوتا ہے۔ یہ جائز ہوتا ہے۔ اس وقت جب دشمن کی تباہی یا جس سے اسکی مخالفت ہو۔ اس کو ضعف پہنچنا کسی اچھے انجام کا موجب ہو۔ اس صورت میں وہ بے شک مارا جائے اسکی پروا نہیں کی جاتی۔ مثلاً ایک شخص خدا کے رسول پر حملہ کر رہا ہے۔ یا ایسے وجود پر حملہ کر رہا ہے۔ جو نہایت ہی قیمتی ہے۔ تو ایسے وقت میں اگر ہم اس کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور اسے روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو اس جنگ کے نتیجہ میں اگر اسے مارتے ہوئے ہم خود بھی مر جائیں۔ تو یہ

ایک مستحسن فعل

ہوگا۔ کیونکہ گو دشمن کو نقصان پہنچاتے ہوئے ہم خود بھی مر جائیں گے۔ مگر ایک قیمتی وجود بچ جائے گا۔ لڑائیوں میں ہمیشہ ایسا ہوتا ہے سپاہی آفیسرز کو بچانے کے لئے مارے جاتے ہیں۔ اور آفیسرز اپنے سے بالا حکام کی حفاظت کے لئے جان دے دیتے ہیں۔ اسکی ایک نہایت ہی عمدہ مثال اسلام کے ابتدائی زمانہ میں نظر آتی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد

جنگ صفین

کے موقعہ پر جب ایک طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لشکر تھا۔ اور دوسری طرف حضرت عائشہ رضؓ حضرت طلحہ رضؓ اور حضرت زبیر رضؓ کا لشکر۔ اور قریب تھا۔ کہ وہ آپس میں لڑ پڑتے۔ کہ بعض صحابہ رضؓ نے درمیان میں پڑ کر بیچ بچاؤ کرا دیا۔ جب یہ خبر ان لوگوں کو پہنچی۔ جو اس فتنہ کے بانی تھے۔ اور جن میں سے بعض حضرت علی رضؓ کے لشکر میں شامل تھے۔ اور بعض حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت طلحہ رضؓ و زبیر رضؓ کے لشکر میں۔ تو انہیں سخت گھبراہٹ ہوئی۔ اور انہوں نے اکٹھے ہو کر مشورہ کرنے کے بعد فیصلہ کیا۔ کہ مسلمانوں میں صلح ہو جانی ہمارے لئے سخت مضر ہوگی۔ کیونکہ ہم حضرت عثمان رضؓ کے قتل کی سزا سے اسی وقت تک بچ سکتے ہیں۔ جب تک مسلمان آپس میں لڑتے رہیں اگر صلح ہو گئی۔ تو ہماری خیر نہیں۔ پس جس طرح بھی ہو سکے۔ صلح نہیں ہونے دینی چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے صلح کو روکنے کے لئے یہ تدبیر کی۔ کہ ان میں سے جو حضرت علی رضؓ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت طلحہ رضؓ و زبیر رضؓ کے لشکر پر اور جو اُن کے لشکر میں تھے۔ انہوں نے حضرت علی رضؓ کے لشکر پر شبخون مار دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ایک شور پڑ گیا۔ اور ہر فریق نے خیال کیا۔ کہ دوسرے فریق نے اس سے دھوکا کیا۔ اور غداری کا ارتکاب کیا ہے۔ چنانچہ دونوں طرف کا اسلامی لشکر جمع ہو گیا۔ اور ان میں لڑائی شروع ہو گئی۔ یہ دیکھ کر حضرت علی رضؓ نے کہا۔ کہ کوئی شخص حضرت عائشہ رضؓ کو اطلاع دے۔ شاید ان کے ذریعہ

اللہ تعالےٰ اس فتنہ کو دور کردے

چنانچہ حضرت عائشہ رضؓ اونٹ پر سوار ہو کر آئیں۔ مگر جب ان کا اونٹ آگے کیا گیا۔ تو نتیجہ اور بھی خطرناک نکلا۔ یعنی مفسدوں نے یہ دیکھ کر کہ ہماری تدبیر پھر رائیگان ہونے لگی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ پر تیر برسانے شروع کر دئیے۔ یہ دیکھ کر اسلامی لشکر سخت جوش میں آگیا۔ اور صحابہ رضؓ اور بڑے بڑے بہادر اس اونٹ کے اردگرد جمع ہو گئے۔ اس وقت ان لوگوں میں ایک شخص مالک نامی بھی تھا۔ جس کی بعض مورخ گو بڑی تعریفیں کرتے ہیں۔ مگر مجھے تو اس شخص سے ہمیشہ نفرت محسوس ہوتی ہے۔ یہی شخص تھا۔ جس نے اپنے ساتھیوں سمیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ پر حملہ کیا۔ اور صحابہ رضؓ ایک ایک کر کے حضرت عائشہ رضؓ کی حفاظت کے لئے آگے آئے۔ اور شہید ہوتے چلے گئے۔ میں یقینی طور پر تو نہیں کہہ سکتا۔ مگر جہاں تک مجھے یاد ہے۔ بعض تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس موقعہ پر ستر صحابہ رضؓ شہید ہوئے۔ آخر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت زبیر رضؓ کے چھوٹے لڑکے آگے آئے۔ اور انہوں نے ان مفسدوں سے لڑائی شروع کر دی۔ اتفاقاً وہ لڑتے لڑتے مالک کے قریب پہنچ گئے۔ اور فوراً اس سے چمٹ گئے۔ مالک چونکہ اپنے دستہ کا افسر تھا۔ اسلئے انہوں نے سمجھا۔ کہ اگر میں نے اسے مار لیا۔ تو بڑی کامیابی ہوگی۔ کیونکہ باقی دستہ بھاگ جائے گا۔ اور ہم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو حفاظت کے ساتھ کسی دوسری جگہ پہنچا سکیں گے۔ چنانچہ جونہی وہ مالک کے قریب پہنچے۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا۔ اور اس سے کشتی لڑنی شروع کر دی۔ اور آخر لڑتے لڑتے یہ دونوں زمین پر گر گئے۔ مگر ایسی صورت میں گرے۔ کہ حضرت زبیر رضؓ کے لڑکے تو نیچے آگئے۔ اور مالک اوپر یہ دیکھ کر تمام سپاہی اردگرد تلواریں کھینچ کر کھڑے ہو گئے۔ اور اس بات کا انتظار کرنے لگے۔ کہ اگر موقعہ ملے۔ تو مالک کو قتل کر دیا جائے۔ مگر وہ مالک کو اس وقت مار نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ وہ ڈرتے تھے۔ کہ اگر ہم نے مالک پر تلوار چلائی۔ تو ساتھ ہی حضرت زبیر رضؓ کے لڑکے بھی شہید ہو جائیں گے اس وقت ان کو بھی اس بات کا احساس ہوا۔ کہ یہ لوگ مالک کو اسلئے نہیں مارتے۔ کہ اگر اسے مارا۔ تو ساتھ ہی مجھ پر بھی حملہ ہونے کا خطرہ ہے۔ اور میں بھی اس کے ساتھ ہی مارا جاؤں گا۔ لیکن ساتھ ہی انہیں خیال آیا۔ کہ اگر مالک بچ گیا۔ تو یہ پھر اپنے ساتھیوں سمیت حضرت عائشہ رضؓ پر حملہ کر دے گا۔ پس انہوں نے فیصلہ کر لیا۔ کہ اگر میں مرتا ہوں۔ تو بے شک مر جاؤں۔ اس وقت مالک کا زندہ رہنا مناسب نہیں۔ چنانچہ جب انہوں نے اپنے ساتھیوں کو اردگرد خاموش کھڑے دیکھا۔ تو انہوں نے ان کو مخاطب ہو کر کہا۔

اقتلونی و مالکا
اقتلوا مالکا معی

کہ ارے تم انتظار کس بات کا کر رہے ہو۔ تم مجھے بھی مار ڈالو۔ اور مالک کو بھی۔ تم کیا سوچتے ہو۔ تم مالک کو بھی قتل کرو۔ اور ساتھ ہی مجھے بھی یہ سبق تھا۔ جو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو دیا۔ کہ تم بجائے یہ دیکھنے کے کہ میں زندہ رہتا ہوں یا نہیں۔ یہ دیکھو۔ کہ اس شخص کے زندہ رہنے سے اسلام کو کتنا ضرر پہنچ سکتا ہے۔ پس تم اس بات کا انتظار نہ کرو۔ کہ میں بچتا ہوں یا نہیں۔ بلکہ تم مجھے بھی مار ڈالو۔ اور مالک کو بھی تاکہ اس

فتنہ کا سدباب

ہو۔ اور یہ پھر اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے اپنا سر نہ اٹھا سکے۔

غرض کبھی ایسا موقعہ آتا ہے۔ کہ اپنے نقصان کا خیال نہیں کیا جاتا۔ بلکہ صرف یہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ جس شخص یا قوم سے اختلاف ہے۔ وہ کسی طرح تباہ ہو جائے۔ ایسی حالت میں اگر ہم اپنے دشمن کو تباہ کرنے کی خاطر اپنے آپ کو بھی تباہ کر دیں۔ تا جس چیز کی ہم حفاظت کرنا چاہتے ہوں۔ وہ بچ جائے۔ تو یہ بالکل درست اور مطابق عقل ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ صورت حالات نہ ہو۔ تو پھر ایسے حالات پر خوش ہونا۔ کہ ہمیں جس سے اختلاف ہے۔ وہ تباہ ہو جائے۔ خواہ ساتھ ہم بھی تباہ ہو جائیں۔ عقلمندی اور دور اندیشی سے بالکل بعید ہوتا ہے۔

موجودہ جنگ

کو ہی لے لو۔ اگر اس وقت انگریزی حکومت کی تباہی کے نتیجہ میں ہندوستانیوں کی کوئی ایسی قیمتی چیز بچ جاتی۔ جس کے بچ جانے کو لوگوں کی بربادی یا حکومت کی بربادی سے زیادہ قیمتی سمجھا جا سکتا۔ تو بے شک عقلمند لوگ یہی کہتے۔ کہ ہندوستانی بے شک تباہ ہو جائیں۔ اگر ساتھ انگریز بھی تباہ ہوں۔ تو یہ قربانی مہنگی نہیں۔ مگر واقعات پر اگر غور کیا جائے۔ تو ایسی کوئی

قیمتی چیز

ہمیں نظر نہیں آتی۔ جو انگریزوں اور ہندوستانیوں کے تباہ ہو جانے سے دنیا کے لئے محفوظ کی جا سکتی ہو۔ بلکہ ہمیں اگر نظر آتا ہے۔ تو یہ کہ انگریزی قوم اگر تباہ ہو۔ تو ہندوستان اس کے ساتھ ہی تباہ ہوتا ہے۔ اور تباہ بھی کسی بڑی چیز کو بچانے کے لئے نہیں۔ بلکہ ایک بڑی چیز کو کھو کر تباہ ہوتا ہے۔ میں نے جیسا کہ ایک پچھلے خطبہ جمعہ میں بتایا تھا۔

انگریزی قوم کا میلان

اس وقت ہندوستانیوں کے متعلق اس قسم کا ہے۔ کہ وہ آئندہ انہیں زیادہ سے زیادہ آزادی دیں گے۔ اور یہ بالکل ناممکن

ہے۔ کہ انگریز اب ہندوستان کو پیچھے کی طرف لے جائیں۔ اب ہندوستانی آگے کی طرف ہی بڑھیں گے۔ اور یقیناً اس

جنگ کے بعد

جو ہندوستان کو آزادی حاصل ہو گی۔ وہ اس سے بہت زیادہ ہو گی۔ جو اب ہندوستانیوں کو حاصل ہے۔ لیکن

اگر اس جنگ میں انگریز ہار جائیں

اور ان کی جگہ کوئی اور قوم آجائے۔ تو اس وقت ہندوستان کی وہی حالت ہو جائے گی۔ جو غدر کے وقت تھی۔ بلکہ اس سے بھی بدتر حالت ہونے کا امکان ہے۔ اور میں یہ بھی بتا چکا ہوں۔ کہ انگریزی قوم اپنے ماتحتوں پر بالطبع اتنی سختی نہیں کرتی جتنی سختی دوسری قومیں کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ایمپائر میں بہت بڑی وسعت ہوئی۔ کیونکہ کوئی بڑی شہنشاہیت دنیا میں قائم نہیں ہو سکتی۔ جب تک وہ اپنے ماتحتوں سے حسن سلوک نہیں کرتی۔ اور برطانوی ایمپائر کی یہ خصوصیت ہے۔ کہ یہ اپنے ماتحتوں سے سلوک کرنے میں ایک حد تک نرمی کرتی ہے۔ انگریزوں کی ایمپائر بہت بڑی ایمپائر ہے۔ اور یہ اسی جذبہ کی وجہ سے اپنی ایمپائر بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ دوسری قومیں جو اپنی ایمپائر بنانے میں کامیاب نہیں ہوئیں۔ وہ اسی لئے نہیں ہوئیں۔ کہ وہ سختی کرتی ہیں۔ اور یہ نرمی کرتے ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ انگریز روحانی آدمی ہیں۔ انہوں نے محض اپنے سیاسی فوائد کے لئے یہ رنگ اختیار کیا ہوا ہے۔ مگر بہرحال یہ رنگ ہمارے لئے مفید ہے۔ ورنہ غلطیاں ان سے بھی ہوتی ہیں۔ اور ظلم برطانوی حکومت کے ذمہ وار حکام بھی کر لیا کرتے ہیں۔ جیسے میں نے بتایا تھا۔ کہ

ہماری جماعت بعض حکام کے مظالم کا تختہ مشق رہی

گو اس کے اصل محرک ہندوستانی افسر تھے۔ مگر بہرحال انگریز افسروں نے ان کے ساتھ تعاون کیا۔ ان کی پیٹھ ٹھونکی۔ اور ان مظالم میں ان کا تائیدی پہلو اختیار کیا۔ پس یہ نہیں۔ کہ میں انہیں مذہبی آدمی سمجھتا ہوں۔ یا کامل دیانتدار اور ہر قسم کے ظلم سے مبرا یقین کرتا ہوں۔ بلکہ میرا مقصد یہ ہے۔ کہ ان کی پالیسی

اور حکومتوں کی پالیسی سے بدرجہا بہتر ہے

ان کی پالیسی یہ ہوتی ہے۔ کہ لوگوں پر اتنی سختی نہیں کرنی چاہیئے۔ کہ وہ مقابلہ کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ یہ ترقی کر رہے ہیں۔ انگریز پہلے حکمران نہیں۔ جنہوں نے دنیا پر حکومت کی ہو۔ بلکہ انگریزوں سے ایک لمبا عرصہ پہلے سپین نے اپنی حکومت کی توسیع شروع کی۔ چنانچہ جاپان کے پاس تک کا علاقہ یعنی فلپائن سپین کے ماتحت تھا۔ امریکہ کا اکثر حصہ سپین کے ماتحت تھا۔ افریقہ کا کافی حصہ سپین کے ماتحت تھا۔ اور یورپ کی تمام طاقتیں اس سے اسی طرح ڈرتی تھیں۔ جس طرح آج حکومت انگریزی سے اور حکومتیں ڈرتی ہیں۔ اس کے بعد پورچوگیز اُٹھے۔ اور انہوں نے ہندوستان اور دوسرے ممالک میں ترقی کی۔ پھر ہالینڈ والے نکلے۔ اور انہوں نے ترقی کی۔ پھر انگلستان اور فرانس والے نکلے۔ اور انہوں نے دنیا میں ترقی کی۔ مگر باقی جسقدر قومیں تھیں۔ وہ آئیں اور مٹ گئیں۔ کیونکہ ان میں ایمپائر بنانے کی قابلیت موجود نہ تھی۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے۔ کہ انہیں دوسروں پر غلبہ حاصل ہو جائے۔ یہ نہیں چاہتے تھے۔ کہ لوگوں کو فائدہ بھی پہنچائیں۔ گویا ان کی مثال بالکل اس عورت کی سی تھی۔ جس کے متعلق کہانیوں میں لکھا ہے۔ کہ اس کے پاس ایک مرغی تھی۔ جو روزانہ ایک سونے کا انڈا دیتی۔ اس نے خیال کیا۔ کہ بجائے اس کے کہ روزانہ ایک ایک انڈا حاصل ہو۔ کیوں نہ میں مرغی کو ذبح کر کے تمام انڈے اس کے اندر سے نکال لوں۔ چنانچہ اس نے سونے کے انڈے نکالنے کے لئے اسے ذبح کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مرغی بھی مر گئی۔ اور اسے انڈے بھی نہ مل سکے۔ وہ بھی جھٹ پٹ سارے انڈے نکالنے کی کوشش کرتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ مرغی مر جاتی اور ان کی حرص بھی پوری نہ ہوتی۔ مگر انگریز ذہین تھے۔ انہوں نے کہا۔ کہ لوگوں کو اتنا نہیں چوسنا چاہیئے۔ کہ ان میں

خون کا ایک قطرہ

بھی باقی نہ رہے۔ بلکہ انہیں بھی کھلانا چاہیئے۔ اور خود بھی فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ جیسے بھینس کا ہوشیار مالک بھینس کو عمدہ چارہ کھلاتا اچھا پانی پلاتا اور اسکی خوب خبر گیری کرتا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے۔ کہ میں اسے کھلاؤنگا۔ اور یہ مجھے دودھ گھی دے گی۔ پس ہوشیار مالک اسے خوب کھلاتا پلاتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ اگر میں نے اسے کچھ نہ کھلایا۔ تو یہ دودھ گھی بھی نہیں دے گی۔ اسی طرح اگر تم چاہو۔ تو بے شک یہ کہہ لو۔ کہ انگریز ہندوستانیوں کو خود غرضی کے طور پر بعض فوائد پہنچاتے ہیں۔ مگر میں یہ کہوں گا۔ کہ یہ ویسی ہی خود غرضی ہے۔ جیسے اچھا مالک بھینس کو

محض اپنے فائدہ کے لئے

کھلاتا پلاتا ہے۔ بے شک اس میں مالک کی بھی خود غرضی ہوتی ہے۔ مگر بہرحال وہ اس مالک سے بہتر ہوتا ہے۔ جو بھینس کو بھوکا رکھ کر مار ڈالتا ہے۔ وہ بے شک اسے کھلاتا ہے اپنے دودھ کے لئے۔ وہ بے شک اسے پلاتا ہے اپنے گھی کے لئے۔ مگر بہرحال بھینس کو فائدہ پہنچ جاتا ہے کبھی اسے نہلایا دھلایا جاتا ہے۔ کبھی اسکی مالش کرائی جاتی ہے۔ کبھی اسے عمدہ سے عمدہ چارہ کھلایا جاتا ہے۔ وقت پر پانی پلایا جاتا ہے۔ اور جانور اپنے مالک سے اس سے زیادہ کی امید بھی نہیں رکھتا۔ وہ جانور کی امیدیں پوری کر دیتا ہے۔ اور جانور اسے دودھ گھی دے دیتا ہے۔ پس

انگریزوں کی مثال

اس اچھے زمیندار کی سی ہے۔ جو اپنی بھینس گھوڑے یا گائے وغیرہ کی خدمت بھی کرتا ہے۔ اور اس سے کام بھی لیتا ہے مگر دوسری حکومتوں کی مثال ایک بوچڑ کی سی ہے۔ جو چھری پھیرتا اور گائے یا بھینس کو ذبح کر دیتا ہے۔ وہ گوشت تو خود کھا لیتا ہے۔ اور ہڈیاں وغیرہ اٹھا کر باہر پھینک دیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کون اسکی نگرانی کرے۔ کون اسے کھلائے پلائے۔ کون اس کی مالش کا بندوبست کرے۔ کون اسے نہلائے دھلائے۔ بس وہ چھری اٹھاتا اور اسے ذبح کر کے رکھ دیتا ہے۔ غرض

انگریزی قوم بالطبع شریف واقع ہوئی ہے

اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ ہر شخص جو انصاف پسند ہو۔ اور بغض اور کینہ کا شکار نہ ہو۔ وہ اگر سنجیدگی اور متانت کے ساتھ غور کرے تو اسے تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ انگریز دوسروں سے بدرجہا بہتر ہیں۔ ایسی صورت میں اس بات پر خوش ہونا اور یہ امیدیں لگائے بیٹھنا کہ اب انگریزوں کو ان کے کئے کی سزا ملنے لگی ہے۔ میرے نزدیک نہایت بے وقوفی کی بات ہے۔ اگر یہ معمولی جنگ ہوتی۔ اور اس میں انگریزوں کو خفیف سی زک پہنچنے کا اندیشہ ہوتا۔ جیسے

ایبے سینیا کے معاملہ میں

انگریزوں کو زک ہوئی۔ یا زیکوسلوویکیا کے معاملہ میں انہیں زک پہنچی۔ اور انگریزی حکومت میں انتشار پیدا ہونے کا خطرہ نہ ہوتا۔ جیسے ایبے سینیا یا زیکوسلوویکیا کے معاملہ میں جب انگریزوں کو زک ہوئی۔ تو ہندوستان انگلستان۔ افریقہ۔ آسٹریا اور کینیڈا وغیرہ کا انتظام اسی طرح بحال رہا۔ اور اسے کوئی ضعف نہ پہنچا۔ صرف لوگوں نے یہ محسوس کیا۔ کہ انگریزوں کی کچھ ہیٹی ہوئی ہے۔ تو ایک حد تک کہا جا سکتا تھا۔ کہ انگریزوں کو یہ سزا ملی ہے۔ لیکن اگر لوگ بھی خطرہ میں ہوں۔ اور تمام برطانوی ایمپائر بھی خطرہ میں گھری ہوئی ہو۔ جیسا کہ اس جنگ میں اس وقت تک کے آثار سے معلوم ہوتا ہے۔ تو اس وقت میرے نزدیک اس قسم کی احمقانہ باتوں کی بجائے ہر شخص کو چاہیئے۔ کہ عقل سے کام لے۔ اور بے عقلی یا غصہ سے

پرائے شگون میں اپنا ناک کٹوانے کا مصداق

نہ بن جائے۔ میرے نزدیک آج ہمیں اپنے تمام اختلافات کو بھول جانا چاہیئے۔ اور انگریزوں سے پورا پورا تعاون کرنا چاہیئے۔ تاکہ جنگ کی بلا ٹل جائے۔ اور ہندوستان کے لوگ بھی۔ اور برطانوی ایمپائر بھی اس عظیم الشان مصیبت سے بچ جائے۔ جو کچھ پہلی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ بھی یہی ہے۔ کہ انگریزوں کا دور نسبتاً مفید بابرکت اور اچھا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ تحریر فرمایا۔ اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنے انبیاؑ سے ایسی دعائیں کبھی نہیں کرواتا۔ جو اس کے دین اور سلسلہ کے لئے مضر ہوں۔ بلکہ حق یہ ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کی ایسی دعائیں ہمیشہ خداتعالےٰ کے تصرف کے ماتحت ہوتی ہیں۔ عام آدمی نادانی سے یہ سمجھ لیتے ہیں۔ کہ جیسے ہم دعا کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح نبی نے بھی دعا مانگی ہوگی۔ حالانکہ عام آدمیوں کی دعا اور نبیوں کی دعا میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

نبیوں کی اکثر اہم دعائیں

ایسی ہی ہوتی ہیں۔ جو خداتعالےٰ کی طرف سے کرائی جاتی ہیں۔ بلکہ بعض دفعہ ایسی دعائیں بھی خداتعالےٰ کروا دیتا ہے۔ جن کو بعد میں اس نے رد کر دینا ہوتا ہے۔ اور اس میں بھی کئی حکمتیں ہوتی ہیں۔ جن میں سے ایک یہ

کہ اللہ تعالےٰ اس ذریعہ سے اپنے بندوں کو بعض نئے علوم عطا فرماتا ہے۔

حدیثوں میں آتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے بعض بندوں سے کہتا ہے۔ کہ تم مجھ سے مانگو۔ میں تمہیں دوں گا۔ پس خالی

دعا کا سوال

نہیں۔ بلکہ اس دعا کا سوال ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالےٰ خود کہتا ہے۔ کہ مجھ سے مانگو۔ میں تمہیں دوں گا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی شفاعت کے متعلق ذکر کرتے ہوئے حدیثوں میں بیان فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن مجھ سے کہیگا۔ تو مانگ میں تجھے دوں گا۔ اس پر میں اپنی اُمت کی شفاعت کروں گا۔

تو انبیاء کی اور انبیاء کے رنگ میں رنگین لوگوں کی دعائیں خاص حکمتوں کے ماتحت ہوتی ہیں۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ بجا اور موزوں ہے۔ کہ وہ دعائیں

اللہ تعالےٰ کی قضاء و قدر

کے ماتحت ہوتی ہیں۔ اور خدا خود ان کی زبان سے اس قسم کی دعائیں نکلواتا ہے۔ تا کہ ان کو قبول کرے۔ نادان انسان اپنی دعاؤں پر قیاس کر کے کہتا ہے۔ کہ میں نے بھی خدا سے دعا مانگی تھی۔ مگر وہ خدا نے قبول نہ کی۔ شاید اسی قسم کی کوئی دعا اللہ تعالےٰ کے نبی نے بھی مانگی ہے۔ جس کی قبولیت ضروری نہیں۔ اور وہ یہ نہیں جانتا۔ کہ انبیاء میں اور عام لوگوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ پس

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکومت برطانیہ کی کامیابی کے لئے دعا مانگنا

بھی اسی بات کی علامت ہے۔ موجودہ جنگ کے متعلق اس وقت تک جو خبریں آرہی ہیں۔ ان کو سُنکر بعض ناواقف لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ کوئی زیادہ اہم بات نہیں۔ حالانکہ ہوشیار آدمی الفاظ کے پیچھے سے خود بخود نتیجہ نکال لیتا ہے۔

اس وقت جو لڑائی ہو رہی ہے۔ اس کے پیچھے کئی حکومتیں ایسی ہیں۔ جنہیں پتہ ہے۔ کہ وہ کس طرف جائیں گی۔ مگر ابھی وہ اس امر کا اظہار نہیں کرتیں۔ وہ کوشش کر رہی ہیں۔ کہ ابھی ان کے ارادے ظاہر نہ ہوں۔ لیکن جس وقت ان کے دلی خیالات کو چھپانے کی تمام کوششیں ناکام ہو جائیں گی۔ اس وقت وہ ظاہر ہو جائیں گی۔ اور اس سے بھی زیادہ خطرناک حالات پیدا ہو جائیں گے۔ جتنے اس وقت پیدا ہیں۔ اور جو قومیں اس وقت جنگ سے علیحدہ ہیں۔ اور اپنے آپ کو غیر جانبدار کہہ رہی ہیں۔ وہ بھی آہستہ آہستہ اس لپیٹ میں آجائیں گی۔ جیسے بگولہ جب اُٹھتا ہے۔ تو وہ اردگرد کے روڑے پتھر اور تنکے بھی کھینچ کھینچ کر اپنے اندر شامل کر لیتا ہے۔ اسی طرح جب یہ جنگ ہیبتناک صورت میں شروع ہوئی۔ تو بگولے کی طرح اس میں چیزیں پڑنی شروع ہو جائیں گی۔ اور کوئی تعجب نہیں۔ کہ

ہندوستان کے ملک میں بھی اس لڑائی کا اثر

آجائے۔ اللہ تعالےٰ کی یہ بھی ایک سنت ہے۔ کہ وہ بعض دفعہ ایک رؤیا دکھلاتا اور پھر اسے بھلا دیتا ہے۔ مگر سالہا سال کے بعد جب ان کا ظہور شروع ہوتا ہے۔ تو پھر وہ انہیں یاد دلا دیتا ہے۔ اور اس طرح انسان یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ کہ کس طرح سالہا سال پہلے خدا تعالےٰ ان واقعات کی خبر دے چکا تھا۔

میں نے بھی بعض خوابیں ۱۵ء یا ۱۶ء میں دیکھیں۔ جن میں سے بعض مجھے بھول گئیں۔ اور بعض کے متعلق میں سمجھتا تھا۔ کہ ان کی کوئی باریک تدبیر ہے۔ مگر پچھلے سال سے دنیا میں جو واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ ان سے مجھے معلوم ہو رہا ہے۔ کہ ان میں سے بعض رؤیا ظاہر پر مبنی تھیں۔ اور میں صرف ان کو اسلئے باریک اشارے سمجھتا تھا۔ کہ اس وقت تک حالات ظاہر نہ ہوئے تھے۔ اسی زمانہ کی رؤیا میں سے آج مجھے ایک رؤیا یاد آئی ہے جو ۱۵ء یا ۱۶ء میں میں نے دیکھی۔ اور مجھے حیرت آتی ہے۔ کہ وہ رؤیا کتنی واضح ہے۔ جس کے پورا ہونے کے اب سامان ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔ وہ خواب ہے تو سخت خطرناک اور اس سے ظاہر یہی ہوتا ہے۔ کہ

دنیا میں بہت بڑی تباہی آنیوالی ہے

مگر امید کی جھلک بھی دکھائی گئی ہے۔ پس چونکہ اس کا تعلق بظاہر موجودہ جنگ کے ساتھ ہے۔ اسلئے میں اسے بیان کر دیتا ہوں۔

میں نے دیکھا۔ ایک بہت بڑا میدان ہے۔ جس میں میں کھڑا ہوں۔ اتنے میں میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک عظیم الشان بلا جو ایک بہت بڑے اژدہا کی شکل میں دور سے چلی آرہی ہے۔ وہ اژدہا دس بیس گز لمبا ہے۔ اور ایسا موٹا ہے۔ جیسے کوئی بہت بڑا درخت ہو۔ وہ اژدہا بڑھتا چلا آتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا وہ دنیا کے ایک کنارے سے چلا ہے۔ اور درمیان میں جس قدر چیزیں تھیں۔ ان سب کو کھاتا چلا آرہا ہے۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے وہ اژدہا اس جگہ پر پہنچ گیا۔ جہاں ہم ہیں۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ باقی لوگوں کو کھاتے کھاتے وہ ایک احمدی کے پیچھے بھی دوڑا۔ اس احمدی کا نام مجھے معلوم ہے۔ مگر میں بتاتا نہیں۔ وہ احمدی آگے آگے ہے۔ اور اژدہا پیچھے پیچھے۔ میں نے جب دیکھا۔ کہ اژدہا ایک احمدی کو کھانے کے لئے دوڑ پڑا ہے۔ تو میں بھی ہاتھ میں سونٹا لے کر اس کے پیچھے بھاگا۔ لیکن خواب میں میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ میں اتنی تیزی سے دوڑ نہیں سکتا۔ جتنی تیزی سے سانپ دوڑتا ہے۔ چنانچہ وہ اتنی تیزی سے دوڑتا ہے۔ کہ میں اگر ایک قدم چلتا ہوں تو سانپ دس قدم کے فاصلے پر پہنچ جاتا ہے۔ لیکن بہر حال میں دوڑتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ میں نے دیکھا۔ وہ احمدی ایک درخت کے قریب پہنچا۔ اور تیزی سے اس درخت پر چڑھ گیا۔ اس نے خیال کیا۔ کہ اگر میں درخت پر چڑھ گیا۔ تو میں اس اژدہا کے حملہ سے بچ جاؤں گا۔ مگر ابھی وہ اس درخت کے نصف میں ہی تھا۔ کہ اژدہا اس کے پاس پہنچ گیا۔ اور سر اُٹھا کر اسے نگل گیا۔ اس کے بعد وہ پھر واپس لوٹا۔ اور اس غصہ میں کہ میں اس احمدی کو بچانے کے لئے کیوں اس کے پیچھے دوڑا تھا۔ اس نے مجھ پر حملہ کیا۔ مگر جب وہ مجھ پر حملہ کرتا ہے۔ تو میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میرے قریب ہی ایک چارپائی پڑی ہوئی ہے۔ مگر وہ بنی ہوئی نہیں۔ صرف باہیاں وغیرہ ہیں۔ درمیان میں سوتت سے اسے بُنا نہیں گیا۔ پس جس وقت اژدہا میرے پاس پہنچا۔ میں کُود کر اس چارپائی پر کھڑا ہو گیا۔ اور میں نے ایک پیر ایک سرے پر اور دوسرا پیر دوسرے سرے پر رکھ لیا۔ جب اژدہا چارپائی کے قریب پہنچا۔ تو لوگ مجھے کہنے لگے۔ کہ آپ اس اژدہا کا کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں۔ جبکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما چکے ہیں۔ کہ

لا یدان لاحد بقتالھما

اس وقت مجھے محسوس ہوتا ہے۔ کہ یہ سانپ کا حملہ دراصل یاجوج اور ماجوج کا حملہ ہے۔ اور یہ حدیث ان کے بارہ میں ہے۔ اور میں اس وقت یہ بھی خیال کرتا ہوں۔ کہ یہ دجال بھی ہے۔ پس وہ لوگ مجھے کہتے ہیں۔ کہ آپ اس کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں۔ جبکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ فرما چکے ہیں۔ کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ اتنے میں وہ اژدہا میری چارپائی کے قریب پہنچ گیا۔ اور

میں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا دیئے

اور اللہ تعالےٰ سے دعا مانگنی شروع کر دی۔ اسی دوران میں میں ان احمدیوں سے جنہوں نے مجھے مقابلہ کرنے سے منع کیا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما چکے ہیں۔ کہ یاجوج اور ماجوج کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکے گی۔ تو آپ ان کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں۔ کہتا ہوں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ لا یدان لاحد بقتالھما۔ کہ کسی کے پاس کوئی ایسا ہاتھ نہیں ہوگا۔ جس سے وہ ان دونوں کا مقابلہ کر سکے۔ مگر میں نے تو اپنے دونوں ہاتھ ان کی طرف نہیں اُٹھائے۔ بلکہ میں اپنے ہاتھ خدا کی طرف اُٹھا رہا ہوں۔ اور خدا تعالےٰ کی طرف ہاتھ اُٹھا کر فتح پانے کے امکان کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رد نہیں فرمایا۔ غرض میں نے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ دعا کرنے کے نتیجہ میں اس اژدہا کے جوش میں کمی آنی شروع ہو گئی۔ اور آہستہ آہستہ اسکی تیزی کم ہو گئی۔ چنانچہ وہ پہلے تو میری چارپائی کے نیچے گھسا۔ پھر اس کے جوش میں کمی آنی شروع ہوئی۔ پھر وہ خاموشی سے لیٹ گیا۔ اور پھر میں نے دیکھا۔ کہ وہ ایک ایسی چیز بن گیا ہے۔ جیسے جیلی ہوتی ہے۔ اس کے بعد میں نے دیکھا۔ کہ وہ

اژدہا پانی ہو کر بہہ گیا

اور میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ کہ دیکھا۔ دعا کا کیسا اثر ہوا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بے شک یہ فرمایا تھا۔ کہ لا یدان لاحد بقتالھما (مجھے اس وقت نہیں یاد کہ حدیث میں ھم ہے یا ھما ہے۔ لیکن رؤیا میں میں نے ھما ہی کہا ہے۔ اسلئے رؤیا کے الفاظ ہی لکھے گئے ہیں) مگر آپ کا مفہوم یہ تھا۔ کہ کوئی دنیوی طاقتوں میں سے ان کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ اور اگر کوئی چاہے گا۔ کہ اپنے ہاتھوں کے زور سے ان کو مٹا دے۔ تو یہ ناممکن ہوگا۔ آپ نے اس میں کہیں بھی یہ نہیں فرمایا۔ کہ دعا سے

بھی یہ فتنہ فرو نہیں ہوگا۔ چنانچہ دیکھو۔ جب میں نے اپنے ہاتھ اس کے مقابلہ کی غرض سے اسکی طرف بڑھانے کے بجائے خدا تعالیٰ کی طرف بڑھائے۔ تو یہ پانی ہو کر بہہ گیا۔ اس رؤیا کے ماتحت میں سمجھتا ہوں۔ کہ **ممکن ہے یہ جنگ ہندوستان کے اندر بھی آجائے۔** خوابیں چونکہ تعبیر طلب ہوتی ہیں۔ اس لئے یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا۔ کہ اسکی یہی تعبیر ہے۔ لیکن ممکن ہے۔ اسکی یہی تعبیر ہو۔ اور اگر ایسا ہی ہؤا۔ تو یہ امر کوئی بعید نہیں۔ کہ جنگ کے شعلے ہندوستان کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیں۔ ہماری جگہ تک اس اژدہا کے پہنچنے کے یہی معنی ہیں۔ کہ وہ جنگ ہندوستان میں آجائے۔ یا اس کے اثرات ہندوستان کے لوگوں تک بھی پہنچیں گویا دونوں طرح ہندوستان اسمیں شریک ہوسکتا ہے۔ اس رنگ میں بھی کہ یہ جنگ ہندوستان میں آجائے۔ اور اس رنگ میں بھی کہ اس جنگ کے اثرات اتنے وسیع ہو جائیں۔ کہ ہندوستان کے بھی لاکھوں لوگ اس **جنگ کی وجہ سے زخم خوردہ** ہو جائیں۔ اور وہ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہیں۔

پھر گذشتہ سال کی مجلس شوریٰ کے موقعہ پر میں نے اپنا ایک رؤیا بیان کیا تھا۔ کہ ہم ایک کشتی میں بیٹھے ہیں۔ جو سمندر میں ہے۔ اور سمندر بہت وسیع ہے۔ ایک طرف برطانوی علاقہ ہے۔ اور سمندر کے دوسری جہت میں ایک دشمن کا علاقہ ہے۔ اتنے میں یکدم شور اٹھا۔ اور گولہ باری کی آواز آنے لگی۔ اور اتنی کثرت اور شدت سے گولہ باری ہوئی۔ کہ یوں معلوم ہوتا تھا۔ گویا ایک گولے اور دوسرے گولے کے چلنے میں کوئی فرق نہیں۔ اسی اثناء میں میں نے محسوس کیا۔ کہ ہم پانی کے نیچے ہیں۔ اور گویا **طوفان نوح کی طرح دنیا پانی میں غرق ہوگئی ہے** لیکن آخر اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہم بچ گئے ہیں۔ یہ خواب تفصیل کے ساتھ مجلس شوریٰ کی رپورٹ میں چھپ چکی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ یہ لڑائی معمولی نہیں۔ اور اس کے اثرات بہت وسیع پیدا ہوں گے۔

پس جماعت احمدیہ کو ان حالات میں یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ اسلام اور احمدیت اور ہندوستان کا کس امر میں فائدہ ہے۔ اور دوسرے ہندوستانیوں کو یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ ہندوستان اور ہندوستان والوں کا کس امر میں فائدہ ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ ایک ہندوستانی ہونے کی حیثیت میں بھی **یقیناً انگریزوں کی فتح مفید ہے** اور اگر ہم اسلام اور احمدیت کے نقطہ نگاہ سے دیکھیں۔ اور ہم غور کریں۔ کہ کس کے جیتنے میں احمدیت کا فائدہ ہے۔ تو اس صورت میں بھی یقیناً یہی نظر آئے گا۔ کہ انگریزوں کی فتح اسلام اور احمدیت کے لئے مفید ہے۔ مگر نوجوانوں کی ذہنیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ تھوڑے ہی دن ہوئے۔ میں سیر کے لئے باہر نکلا۔ تو ایک نوجوان میرے پاس دوڑتا ہؤا آیا۔ اس کے چہرے پر خوشی کے آثار تھے۔ اور اس نے آتے ہی مجھے کہا۔ حضور پولینڈ میں روس داخل ہوگیا ہے۔ میں اس وقت مسکرا کر کہا۔ کہ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ روس کے ساتھ آپ کی بھی پتّی ہے (پتّی پنجاب میں حصہ کو کہتے ہیں) پھر تھوڑے سے وقفہ کے بعد میں نے انہیں سمجھایا اور کہا۔ کہ میرے لئے یہ کیسے تعجب کی بات ہوگی۔ کہ اگر ہمارا کوئی شدید دشمن منارۃ المسیح کے نیچے کھڑا ہو۔ اور ایک احمدی یہ کہے۔ کہ کیا ہی اچھا ہو۔ اگر یہ منارہ گر جائے۔ اور یہ دشمن اس کے نیچے دب کر مر جائے۔ میں نے کہا۔ کیا ایسے احمدی کی خواہش کو معقول کہیں گے۔ اگر نہیں تو پھر غور کریں۔ اس وقت ایک طرف اسلام اور احمدیت کی اشاعت کا سوال ہے۔ ایک طرف اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کا مسئلہ ہے۔ اور دوسری طرف یہ بات ہے۔ کہ حکومت کے بعض حکام نے ہمیں دکھ دیا ہے اور ہم چاہتے ہیں۔ کہ انہیں سزا ملے۔ اب کیا ان دونوں باتوں کا موازنہ کرتے ہوئے کوئی شخص بھی یہ کہنے کے لئے تیار ہے۔ کہ اسلام کی تبلیغ بے شک رک جائے۔ احمدیت کی اشاعت بے شک بند ہو جائے۔ دین کو پھیلانے کی راہ میں جو آسائشیں ہیں۔ وہ بے شک جاتی رہیں۔ مگر کسی طرح میرے دل کا کینہ پورا ہو جائے۔ بے شک جیسا کہ میں نے گذشتہ خطبہ میں بیان کیا تھا (گو زبانی میں نے نہیں کہا۔ مگر خطبہ کی اصلاح کرتے وقت میں نے بڑھا دیا تھا) مقامی حکومت کے ساتھ ہر مخلص احمدی کی اس وقت تک جنگ جاری رہے گی۔ جب تک ان حکام کو جو ان شرارتوں کے بانی تھے۔ سزا نہ ملے گی۔ اور قادیان کو ہمارے **مذہبی مرکز کی حیثیت** سے حکومت تسلیم نہ کرے گی۔ اور موجودہ جنگ کے ختم ہونے کے بعد ممکن ہے ہم اپنے اس حق کا پھر حکومت سے مطالبہ کرنا شروع کردیں۔ لیکن مقامی حکومت کے بعض افسروں سے ہماری وہ جنگ ایسی ہی تھی۔ جیسے گھر میں دو آدمی آپس میں لڑ پڑیں۔ بھائی بھائی بھی بعض دفعہ آپس میں لڑ پڑتے ہیں۔ مگر جب کوئی غیر آجائے۔ تو پھر انہیں اپنی لڑائی بھول جاتی ہے۔ اور وہ متّحد ہو کر دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اس وقت بھی حکومت انگریزی کو ایک بہت بڑی مہم درپیش ہے۔ اور ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اس معاملہ میں حکومت کی امداد کریں۔ کیونکہ اسی حکومت کے ساتھ اسلام اور احمدیت کی تبلیغ وابستہ ہے۔ اور اگر یہ حکومت جاتی رہی۔ تو یہ تمام فوائد بھی ہمارے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ ہمارا یہ **پچاس سالہ تجربہ** ہے۔ کہ دنیوی حکومتوں میں سے سب سے بہتر حکومت برطانیہ ہے۔ دوسرے نمبر پر ہالینڈ کی حکومت ہے۔ کیونکہ ہم نے جاوا اور سماٹرا میں تبلیغ کی۔ اور ہم نے دیکھا۔ کہ وہ لوگ ہماری راہ میں روک نہیں بنے۔ بلکہ انہوں نے ہمارے مبلغوں کے ساتھ انصاف کی حد تک تعاون کیا۔ اور ان دونوں سے اتر کر بعض اور حکومتیں بھی ہیں۔ جن میں یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ بھی شامل ہے۔ گو حکومت امریکہ بعض دفعہ ہمارے مبلغوں کو اپنے ملک میں داخل ہونے سے روکتی بھی رہی ہے۔ چنانچہ تحریک جدید کے ماتحت ہمارا ایک مبلغ یہاں سے امریکہ گیا۔ تو انہوں نے اسے اپنے ملک سے نکال دیا۔ محض اسلئے کہ وہ ایک ایسے مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ جس میں ایک وقت میں دو عورتوں سے شادیاں کرنا جائز ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس سے سوال کیا۔ کہ تم یہاں دوسری شادی کی کسی کو اجازت دوگے یا نہیں۔ اس نے کہا۔ نہیں۔ کیونکہ ہماری تعلیم یہ ہے۔ کہ جس حکومت کے ماتحت رہیں۔ اس کے احکام کی اطاعت کریں۔ جب یہاں کی حکومت دو شادیاں جائز نہیں سمجھتی۔ تو میں بھی کسی کو دوسری شادی کی اجازت نہیں دوں گا۔ انہوں نے کہا۔ اچھا یہ بتاؤ۔ تم اسے جائز سمجھتے ہو یا نہیں۔ وہ کہنے لگا۔ ہماری تعلیم یہ ہے۔ کہ جس حکومت کے ماتحت رہو۔ اسکی پوری اطاعت کرو۔ اس تعلیم کے ماتحت میں اس جگہ اسے جائز نہیں سمجھوں گا۔ وہ کہنے لگے۔ یہاں کا سوال جانے دو۔ تم باہر کے کسی ملک میں دو شادیاں جائز سمجھتے ہو۔ یا نہیں۔ وہ کہنے لگا۔ یہ تو میرے مذہب کی تعلیم ہے۔ میں اسے ناجائز کس طرح سمجھ سکتا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ کہ پھر تم یہاں نہیں آسکتے۔ حالانکہ انہیں صرف اپنے ملک سے غرض تھی۔ نہ کہ دوسرے ملکوں سے۔ سیاست کا تعلق صرف اسی حد تک ہے۔ کہ امریکہ والے کہیں۔ کہ جو ہمارے ملک میں آتا ہے۔ وہ نہ خود دوسری شادی کرے۔ اور نہ اوروں کو دو شادیاں کرنے کی تلقین کرے مگر یہ انہیں کہاں سے اختیار حاصل ہوگیا۔ کہ وہ یہ مطالبہ کریں۔ کہ دوسرے ملکوں میں رہ کر بھی تم اسی قانون کے پابند رہو۔ جو امریکہ میں جاری ہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اس کے سامنے قرآن کھول کر رکھ دیا۔ اور مثنیٰ وثلٰث والی آیت پر ہاتھ رکھ کر اس سے پوچھا۔ کہ تم اس آیت کو مانتے ہو یا نہیں۔ اس نے کہا۔ میں اسے مانتا ہوں۔ وہ کہنے لگے۔ پھر تمہیں اس ملک میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ یہ اس ملک کا حال ہے۔ جو آزادئ مذہب میں انگریزوں سے بھی زیادہ **روادارانہ جذبات رکھنے کا مدعی** ہے۔ اس کے بعد بے شک وہ یہ دعوے کرتے رہیں۔ کہ ہم انہیں یہی کہیں گے۔ کہ تم بے شک آزادئ مذہب کے اصول کے قائل ہو۔ مگر انگریزوں سے کم۔ اور ہم یہ رائے اس وقت تک رکھنے پر مجبور ہیں۔ جب تک تم ان قواعد کو نہ بدل دو۔ جو اس قدر تنگ دلی اور تنگ نظری پیدا کرنے والے ہیں۔ ہم یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ والوں کے ممنون احسان بھی ہیں۔ کہ انہوں نے ہمارے بعض پرانے مبلغوں کو اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دی ہوئی ہے۔ جن کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے سرزمین امریکہ میں نہایت جوشیلے احمدی موجود ہیں۔ وہ چندے بھی دیتے ہیں۔ وہ تبلیغ بھی کرتے ہیں۔ اور سلسلہ کے کاموں میں بڑے اخلاص سے حصہ لیتے ہیں۔ غرض وہ اسلام کی نہایت خدمت کرنے والی **مخلص اور جوشیلی جماعت** ہے۔ پس یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ کا دوسرے بہت سے ممالک سے اچھا نمونہ ہے۔ مگر پھر بھی

جب تک وہ اس قسم کی تنگ دلی کو دور نہیں کرے گی۔ ہم اس بات پر مجبور ہیں۔ کہ انہیں انگریزوں سے کم روادار قرار دیں۔ دوسرے نمبر پر

ہالینڈ کی حکومت

ہے۔ سماٹرا اور جاوا میں بیسیوں جگہ احمدیہ جماعتیں قائم ہیں۔ اور حکومت کے افسر ان کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے دو قونصل مجھے ملنے کے لئے قادیان بھی آئے تھے۔ اور انہوں نے مجھے کہا تھا۔ کہ چونکہ آپ کی جماعت کے کئی لوگ ہمارے ملک میں آباد ہیں۔ اسلئے ہم نے چاہا۔ کہ جماعت کے مرکز کو بھی دیکھ لیا جائے۔ ان میں سے ایک کو تو خصوصیت سے حکومت ہالینڈ نے یہاں بھیجا تھا۔ تاکہ وہ مرکز کے متعلق براہ راست واقفیت حاصل کرے۔ غرض یہ دو حکومتیں تو صاف طور پر نظر آتی ہیں۔ باقی حکومتوں کا یہ حال ہے۔ کہ ان کے ملک میں ہمارا مبلغ چار مہینے رہتا ہے۔ تو وہ اسے پکڑ کر باہر نکال دیتی ہیں۔ پھر وہ اگلی حکومت کے علاقہ میں جاتا ہے۔ اور وہاں سے دو چار ماہ کے بعد اسے نکلنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ پھر وہ اگلی حکومت کے علاقہ میں جاتا ہے۔ اور وہاں سے دو چار ماہ کے بعد اسے نکلنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ پھر وہ اگلی حکومت میں جاتا ہے۔ اور وہاں بھی اسے یہی کہا جاتا ہے۔ کہ نکل جاؤ ہمارے ملک سے۔ کیا تم چاہتے ہو۔ کہ دنیا میں ان قوموں کی حکومت ہو۔ جو احمدی مبلغین کو کان پکڑ پکڑ کر اپنے ملک سے باہر نکال دیں۔ اور اسلام اور احمدیت کی اشاعت کا دروازہ بند ہو جائے۔ صرف اسلئے کہ بعض انگریزوں نے ظلم کئے۔ اور تم چاہتے ہو۔ کہ اس ظلم کی انہیں سزا ملے۔ میں جیسا کہ بتا چکا ہوں۔ جب امن کا وقت ہوگا۔ اور ایسے مقابلہ کی ضرورت پیش آئے گی۔ میں یقیناً جماعت سے مطالبہ کروں گا۔ کہ جو مظالم اس پر ہوتے رہتے ہیں۔ ان کو یاد کرتے ہوئے وہ ان حکام کو سزا دلوائے۔ جو ان شرارتوں کے بانی تھے۔ مگر جب پھر کوئی خطرے کا وقت آیا۔ تو میں کہوں گا۔ کہ

حکومت کی مدد کرو

کیونکہ تبلیغ ذاتی جذبات مادی نقصانات اور زبانی ہتک سے بہت زیادہ قیمتی ہے۔ ایک شخص ہم سے آپ آپ کہہ کر گفتگو کرے مگر ہمیں تبلیغ کرنے کی اجازت نہ دے۔ اور دوسرا ہمیں مارے پیٹے۔ اور گالی گلوچ دے۔ مگر تبلیغ کی اجازت دے۔ تو میں تو یہی کہوں گا۔ کہ جو شخص ہمیں مارتا ہے۔ وہ زیادہ اچھا ہے۔ بہ نسبت اس کے جو ہمیں آپ آپ کہتا ہے۔ مگر تبلیغ سے روکتا ہے۔ میرے قلبی جذبات اس بارے میں جو کچھ ہیں۔ ان کا اظہار میں نے ایک شعر میں کیا ہوا ہے۔ جب یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ میں داخل ہونے سے مفتی محمد صادق صاحب کو روکا گیا۔ تو اس وقت میں نے ایک نظم کہی۔ جس کا ایک شعر یہ ہے۔ کہ ؎

اس زندگی سے موت ہی بہتر ہے اے خدا
جس میں کہ تیرا نام چھپانا پڑے ہمیں

پس یہ مظالم تو حقیر چیز ہیں۔ میرا تو یہ عقیدہ ہے۔ کہ اس زندگی سے موت بہتر ہے۔ جس میں انسان کو اللہ تعالےٰ کا نام چھپانا پڑے۔ اور میں تو چاہتا ہوں۔ کہ اگر کوئی ایسا نظام قائم ہونے والا ہو۔ جس میں تبلیغ کے راستہ میں یقینی طور پر روکیں واقع ہو جاتی ہوں۔ تو اس دن کے آنے سے پہلے پہلے ہر احمدی مر جائے۔ تاکہ وہ اللہ تعالےٰ سے کہہ سکے۔ کہ اے میرے خدا جب تک میں زندہ رہا۔

میں نے تیرے نام کو نہیں چھپایا

میری موت کے بعد اگر کوئی ایسی روکیں تیرے نام کی بلندی میں حائل ہو گئی ہیں۔ تو مجھے ان کا علم نہیں۔

پس یہ دن ایسے نہیں ہیں۔ کہ ہم دوسری قسم کے جذبات کی رو میں اپنے آپ کو بہائے چلے جائیں۔ میرے نزدیک ہر وہ احمدی جو آج حکومت برطانیہ کے ساتھ تعاون کرنے میں تنگی محسوس کرتا ہے۔ یا تو اسکی عقل میں فتور ہے۔ یا اس کے دین میں فتور ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ تم ان مظالم کو بھول جاؤ

وہ چیزیں موجود ہیں۔ اور جب جنگ ختم ہوگی۔ تو پھر ان کے متعلق سوال اٹھا دیا جائے گا۔ لیکن جب اس سے بہت زیادہ اہم معاملہ اور ایک ہیبتناک خطرہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ تو ہمیں یقیناً اپنے تمام سابقہ اختلافات کو بھول جانا چاہیئے۔ اور میرے نزدیک اگر کوئی احمدی ان باتوں کو دیکھنے کے باوجود پھر بھی اپنے دل میں قبض محسوس کرتا اور حکومت برطانیہ کی مدد سے گریز کرتا ہے۔ تو اس کے متعلق میں یہی سمجھوں گا۔ کہ یا تو اسکی عقل میں فتور ہے۔ اور یا اس کے دین میں فتور ہے۔ دونوں میں سے ایک بات ضرور ہے۔ میں نے پہلے بھی کئی دفعہ

آنے والے واقعات کی طرف اشارہ

کیا ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے مجھے متعدد بار متعدد رؤیا اور کشوف کے ذریعہ ان حالات کی خبر دی ہوئی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات سے بھی تمام باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ تم اس بات کو معمولی نہ سمجھو۔ بلکہ یقیناً یاد رکھو کہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بارہا بتایا۔ دنیا میں ایسی ایسی آفات آنے والی ہیں۔ کہ وہ

قیامت کا نمونہ

ہوں گی۔ اور بسا اوقات ان آفات کو دیکھ کر انسان یہ خیال کرے گا۔ کہ اب دنیا میں شاید کوئی انسان بھی باقی نہیں رہے گا۔ ایسے نازک موقعہ پر اپنی ذمہ واریوں کو سمجھنا اور قربانیوں کو کمال تک پہنچانا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ جب ہماری جماعت اپنی قربانیوں کو کمال تک پہنچا دے گی۔ اور اپنی ذمہ واریوں سے پوری طرح عہدہ برآ ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالےٰ کی نصرت اور اسکی مدد بھی اس کے شامل حال ہوگی۔ پس میں

جماعت کو توجہ

دلاتا ہوں۔ کہ وہ اپنی ذہنی اصلاح کرے۔ جیسا کہ اس نے اپنی ظاہری اصلاح کی ہوئی ہے۔ کیونکہ اگر کسی شخص کے دل میں اس قسم کے خیالات پیدا ہو جائیں۔ تو ان کے نتیجہ میں ایمان بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ کم از کم اس معاملہ میں ہماری جماعت کی مثال من چہ سرائم و طنبورہ من چہ سرائد والی نہیں ہونی چاہیئے۔ کسی حنفی کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ وہ سید عبد القادر صاحب جیلانی کی قبر کی طرف منہ کر کے نماز تک پڑھنا جائز سمجھتا تھا۔ کسی نے اسے کہا۔ کہ سید عبد القادر صاحب جیلانی تو حنفی نہیں تھے۔ وہ تو حنبلی تھے۔ وہ کہنے لگا۔ حضرت ان کا مذہب اور میرا مذہب اور۔ تو یہ مقام کوئی خوشکن مقام نہیں۔ کہ تمہارا طریق اور ہو اور میرا طریق اور۔ باقی اللہ تعالےٰ سے دعائیں بھی کرو۔ کہ وہ اس عظیم الشان بلا سے ہماری جماعت کو محفوظ رکھے۔ اللہ تعالےٰ نے جیسا کہ رؤیا میں لایدان لاحد بقتالھما کا نکتہ مجھ پر کھولا حقیقت یہی ہے۔ کہ ہمارے اندر یہ طاقت تو نہیں۔ کہ ہم آمنے سامنے ہو کر ان کا مقابلہ کریں۔ لیکن

خدا کی طرف ہم اپنے ہاتھوں کو بلند کر سکتے ہیں

اور یقیناً اگر ہم اس سے دعائیں کریں۔ تو وہ ہماری سنیگا۔ اور ہماری تائید کے لئے غیر معمولی سامان پیدا کر دیگا۔ پس یہ جو آفتیں آنے والی ہیں۔ ان پر اصل غلبہ دعا کے ذریعہ ہی ہوگا۔ اور کیا تعجب ہے۔ کہ اس جنگ میں ایک وقت ایسا آجائے۔ جب کہ

اتحادی ہم سے دعا کی درخواست کریں

اور جیسا کہ رؤیا بتاتی ہے۔ اگر وہ اخلاص سے اس طرف توجہ کریں۔ تو خدا تعالےٰ میری دعا کی برکت سے یہ مصیبت ان سے دور کر دے گا۔ لیکن ابھی ان کے دماغ اس مقام پر نہیں آئے کہ وہ اس حقیقت کو سمجھیں۔ بلکہ اس وقت اگر کسی انگریز کے سامنے میری اس تقریر کا یہ حصہ رکھ دیا جائے۔ تو وہ کہے گا۔ کہ یہ کوئی پاگل ہے۔ جو پاگل خانے سے چھوٹ کر آیا ہے۔ کیا ہماری حفاظت کے لئے ہمارے پاس توپخانے اور بحری بیڑے اور ہوائی جہاز اور بڑے بڑے اسلحہ موجود نہیں۔ اور اگر ان ہتھیاروں کے باوجود ہمیں فتح حاصل نہ ہو۔ تو اس کی دعا سے کس طرح فتح حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر جب مصائب آتے ہیں۔ تو اس وقت ذہن خود بخود ان باتوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ پس کیا تعجب ہے۔ کہ خدا تعالےٰ

اسلام کی صداقت کا ایک زندہ نشان

اس طرح دکھا دے۔ کہ جب ان کی مصیبتیں بڑھ جائیں۔ اور انہیں ان کا کوئی علاج نظر نہ آئے۔ تو وہ جماعت احمدیہ اور اس کے امام سے کہیں۔ کہ آپ ہماری اس مصیبت کے دور ہونے کے لئے اللہ تعالےٰ سے دعا کریں۔ اور جب ہم اس درخواست کے بعد دعا کریں گے۔ تو میں اللہ تعالےٰ پر یقین رکھتا ہوں۔ کہ وہ ان وعدوں کے مطابق جو اس نے ذاتی طور پر مجھ سے کئے۔ اور ان وعدوں کے مطابق جو اس نے میری پیدائش سے بھی پہلے میرے متعلق کئے۔ وہ میری دعا کو سن لیگا۔ اور اسلام اور احمدیت کی صداقت کے لئے ایک زندہ نشان دکھا دے گا۔ انشاء اللہ بفضلہ ورحمتہ

فاروق کے ہمدرد

فاروق کے لئے کم از کم ایک ایک خریدار عطا فرما کر فاروق کی ترقی اشاعت میں مدد دیں۔ تاکہ فاروق موجودہ جنگ میں کاغذ کی گرانی اور دیگر اخراجات کی مشکلات کو آسانی سے برداشت کر سکے۔ خدا آپ کی نصرت کرے۔ آمین (مینیجر)

ثنائی مشن!

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری سے انہی کے دو پیش کردہ سوالات

اخبار اہلحدیث ۲۹ ستمبر ۳۹ء ص۷ پر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے "جماعت احمدیہ میدان جنگ میں" کے عنوان کے ماتحت لکھا ہے۔ کہ

"خلیفہ قادیان نے اعلان کیا ہے۔ کہ میں اور میری جماعت موجودہ جنگ یورپ کے سلسلہ میں حکومت برطانیہ کے حضور میں اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ ہم اس پیشکش پر خلیفہ صاحب کو شاباش کہنے کو تھے۔ کہ اخبار احسان نے فوراً اس پر اعتراض جڑ دیا۔ جس کا مضمون یہ ہے۔ کہ مرزائی جماعت حسب تعلیم مرزا صاحب متوفّٰی جہاد بالسیف کو منسوخ سمجھتی ہے۔ پھر وہ اس جنگ میں شریک ہو کر جہاد بالسیف کرنے پر کیوں تیار ہو بیٹھی ہے۔

ہم اس اعتراض کا جواب دینے والے تھے۔ کہ قادیان کے اخبار الفضل نے اس کا جواب دیا۔ اور بہت صحیح دیا۔ قادیانی جواب کا مضمون یہ ہے۔ کہ جہاد اس جنگ کو کہتے ہیں۔ جس میں احد الفریقین مسلمان ہوں۔ اس لڑائی میں تو فریقین غیر مسلم ہیں۔ اس لئے اس جنگ کو جہاد کہنا "احسان" کی غلطی ہے۔"

اس قدر لکھنے کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔

"مگر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آخر اس جنگ کا نام کیا ہے؟"

پھر اس سوال کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"مرزا صاحب قادیانی اقوام یورپ کو یاجوج ماجوج کہا کرتے تھے۔ حمامۃ البشریٰ عربی ص۱۸ پس مرزا صاحب کے مزعومہ یاجوج ماجوج کی لڑائی میں کسی فریق کے مددگار کی حیثیت مرزا صاحب کے اصول پر ظاہر ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے امت احمدیہ (قادیانی و لاہوری) اس مسئلہ میں کہ یاجوج ماجوج کے مددگار پر کیا فتویٰ صادر ہو سکتا ہے بینوا توجروا۔"

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اس بیان میں حقیقۃً دو سوال کئے ہیں۔ اول یہ کہ برطانیہ و جرمنی کی جنگ میں برطانیہ کی امداد کرنے کے لئے مسلمان جو لڑائی لڑیں گے۔

"اس جنگ کا نام کیا ہے"؟

اور دوسرا سوال یہ ہے۔ کہ

"یاجوج ماجوج کے مددگار پر کیا فتویٰ صادر ہو سکتا ہے"؟

ذیل میں ان دونوں سوالوں کا جواب پیش کیا جاتا ہے۔ امید ہے۔ کہ اعیانِ اہلحدیث اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔

لیکن ان دونوں سوالوں کا جواب پیش کرنے سے پیشتر ضمناً یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ دجال اور یاجوج ماجوج کے عقائد و مذہبی اصولوں کی ہم مدد نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی ہم تردید کرتے ہیں۔ اور ان کی جو سیاسی لحاظ سے مدد ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً

اول یہ کہ از روئے تعلیم اسلام حکومت وقت کی اطاعت ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی متعدد کتب میں اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ اور اب تو یہ امر اتنا واضح ہو چکا ہے۔ کہ خود مسلمانوں میں سے بھی اس کی صحت کو تسلیم کرنے لگ گئے ہیں۔ اور جس آیت قرآنیہ سے بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو پیش کیا۔ مسلمانوں کا ایک حصہ بھی اس کو ماننے لگ گیا ہے۔ جیسا کہ مولوی ظفر علی خاں صاحب کے والد ماجد مولوی سراج الدین صاحب کی اس عبارت سے ظاہر ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"بلاشبہ یہ امر ہماری خوشی کا باعث ہے۔ کہ ہماری قوم کے لیڈر اور پیشوا گورنمنٹ کی مخالفت کو خلاف مذہب خیال کرتے ہیں۔ اور ہمارا اپنا بھی یہی ایمان ہے۔ قرآن کریم میں صاف حکم ہے۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔ اس کی صحت میں جو شک لاوے۔ وہ کافر ہے۔ اور اس کی تعمیل میں جو قصور کرے۔ وہ گنہگار ہے۔"

(اخبار زمیندار یکم مئی ۱۹۰۷ء)

الغرض جماعت احمدیہ کا حکومت وقت کی اطاعت کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق موجودہ جنگ میں شامل ہونا یاجوج ماجوج کے مددگار کی حیثیت سے نہیں۔ کیونکہ ہم ان کے عقائد کی تبلیغ نہیں کرتے۔ بلکہ اس کی تو تردید کرتے ہیں۔ ہاں ہم سیاسی لحاظ سے بحکم الٰہی ان کی اطاعت کرتے ہوئے مدد کرتے ہیں۔

دوسری وجہ انگریزوں کی موجودہ جنگ میں مدد کرنے کی یہ ہے۔ جیسا کہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ ایک خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔ کہ

"چونکہ حکومت برطانیہ نے ہمیں تبلیغ کی عام اجازت دے رکھی ہے۔ اور ایک مذہبی جماعت ہونے کی وجہ سے اس اجازت کا ہمیں بہت بڑا فائدہ ہے۔ اس لئے ہم ہر قربانی کرکے بھی حکومت کا ساتھ دیں گے۔ تاکہ ہماری اس تبلیغ کی آزادی میں کوئی روک واقع نہ ہو"۔ (الفضل ۱۷ر فروری ۳۹ء ص۱۲)

تیسری وجہ انگریزوں کی مدد کرنے کی یہ ہے۔ کہ اس میں ہمارے اپنے ملک ہندوستان کا مفاد ہے۔ جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہٖ ایک اور خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"اگر ہندوستان ان سے تعاون نہیں کرے گا۔ تو خطرناک مصائب میں گرفتار ہو جائے گا۔ اور نسلوں تک اسے رونا پڑیگا۔"

(الفضل ۹ر ستمبر ۱۹۳۹ء ص۳)

اور یہ وجہ ہندوستان کے لحاظ سے ایک ایسی کھلی کھلی وجہ ہے۔ کہ خود مسلمانوں کے لیڈر "سر سکندر حیات" وغیرہ بھی اس کو پیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے ایک تازہ رسالہ "موجودہ جنگ" سے بھی ظاہر ہے۔

غرضیکہ اس وقت انگریزوں کی مدد نہ صرف خدا تعالیٰ کے ارشاد کے بموجب ہم حکماً کرنے کے پابند ہیں۔ بلکہ ہمیں ان سے تبلیغ کے لحاظ سے بہت بڑے فوائد حاصل ہیں۔ اور نیز ہمارے ملک ہندوستان کی بہتری بھی اسی امر میں ہے۔

اب میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے اصل دو سوالوں کے جواب کی طرف عود کرتا ہوں۔ چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اہلحدیث ہیں۔ اس لئے میں ان کے سامنے ایک ان کے ہی مسلمہ بزرگ اہلحدیث کی مشہور و معروف کتاب "اقتراب الساعۃ" سے ان دونوں سوالوں کا جواب پیش کرتا ہوں۔ جس میں لکھا ہے:۔

"نعیم بن حماد کی روایت میں ابن مسعود سے مرفوعاً یوں آیا ہے۔ مسلمانوں میں اور روم یعنی نصاریٰ میں ایک صلح ہو گی۔ باہم ہو کر دشمن سے لڑیں گے۔ یعنی مسلمان ہمراہ روم کے ہو کر اعداء روم سے مقاتلہ کریں گے۔ مال غنیمت کو آپس میں بانٹ لیں گے۔" (اقتراب الساعۃ ص۸۱)

اب ہم وہی سوال جو مولوی ثناء اللہ صاحب نے جماعت احمدیہ سے کئے تھے۔ جواباً انہی کے سامنے رکھتے ہیں۔ تاکہ وہ ان کا جواب دیں۔

اول اس روایت میں جو یہ ذکر ہے۔ کہ نصاریٰ کا نصاریٰ سے مقابلہ ہو گا۔ اور ایک فریق کے ساتھ مسلمان مل کر ان کی مدد کریں گے۔ وہ مسلمان جو جنگ لڑیں گے۔ آپ کے نزدیک "اس جنگ کا نام کیا ہے"؟

دوئم پھر اس روایت کے مطابق جو مسلمان نصاریٰ کی ایک جماعت کے مقابلہ میں نصاریٰ کی دوسری جماعت کی مدد کرینگے تو ان پر کیا فتوے صادر ہو سکتا ہے۔ بینوا توجروا۔" ماھو جوابکم فھو جوابنا والسلام

سید احمد علی سیالکوٹی مولوی فاضل از قادیان

کیا آپ نے

فاروق کی خاص درخواست امداد گذشتہ پرچوں میں ملاحظہ فرمائی ہے؟ جس میں جنگ کی وجہ سے کاغذ وغیرہ کی گرانی کے باعث آپ سے آٹھ آنے یا ایک روپیہ سال آئندہ ۴۰ء کے چندہ میں سے پیشگی مانگا گیا تھا۔ کیا آپ نے یہ رقم قلیل پیشگی بھجوا دی ہے؟ اگر نہیں۔ تو اب جلدی عطا فرما کر ثواب حاصل کریں۔ (مینیجر فاروق)

موجودہ یوروپین جنگ کے پیش نظر ارجنٹائن اور دیگر امریکن حکومتوں کی فوری کارروائی

(فاروق کے خصوصی نامہ نگار کی چٹھی)

جونہی کہ انگلینڈ اور فرانس نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ حکومت ارجنٹائن اور دیگر امریکن جمہوریتوں۔ چیلی کولمبیا۔ میکسیکو۔ یوروگوآئے اور یونائیٹڈ سٹیٹس وغیرہ نے جنگ حاضرہ سے متعلق اپنی کامل غیر جانبداری کا اعلان کر دیا۔ چونکہ جنگ سے تجارتی آمد و رفت رک جانے اور کئی اشیاء کے بمشکل دستیاب ہونے کا ڈر ہوتا ہے۔ اسلئے ارجنٹائن میں بھی تاجروں نے عام خرید و فروخت کی اشیاء میں گرانی قیمت شروع کر دی۔ درآنحالیکہ عام پبلک اپنے اپنے حالات کے ماتحت ایک خاص اندازہ کے مطابق خرچ کرنے کی عادی تھی۔ خصوصاً ملازم لوگ یا وہ مزدوری پیشہ جن کی آمدنی بہت قلیل ہے۔ اور سب سے بڑھ کر بیکار اور غرباء لوگوں کا طبقہ سو ایسے لوگوں کے لئے عام مستعمل اشیاء کی قیمتوں کا دفعتاً اور اچانک زیادہ ہو جانا سخت مصائب و پریشانی کا باعث ہو سکتا تھا۔ لہذا حکومت ارجنٹائن نے ایک پبلک کی نمائندہ اور خیر خواہ حکومت کا ثبوت دیتے ہوئے سرکاری طور پر تمام تاجروں کو زیادتی قیمت سے منع کر دیا۔ اور اس بارہ میں خاص اوامر جاری کر دیئے ہیں۔ کہ روزانہ و عام استعمال میں آنے والی اشیاء مثلاً اشیاء خوردنی و ملبوسات کی قیمتوں میں ہرگز ہرگز زیادتی نہ کی جائے۔ اور جو بھی اس جرم کا مرتکب پایا جائے گا۔ اسے سخت سزا دی جائیگی۔ ہاں بعض ایسی اشیاء جو ممالک خارجہ سے منگوائی جاتی ہیں۔ اور ان کی آئندہ امپورٹ مشکوک ہے۔ شاید ممکن ہو یا نہ۔ ان کی قیمتوں میں خاص اندازہ سے دس یا بیس فی صدی کے حساب سے قیمتوں کی زیادتی کی اجازت دیدی۔ بلکہ چند ہی دنوں کے عرصہ میں تمام ایسی اشیاء اور دیگر مستعملہ اشیاء کی لسٹیں اور قیمتیں شائع کر دی ہیں اور اس میں اس امر کا لحاظ رکھا ہے۔ کہ یہ قیمتیں پندرہ اگست تک کی قیمتوں سے زیادہ نہ ہوں۔

اپنی غیر جانبداری کی حفاظت کے لئے ارجنٹائن بیڑے کو ساحل بحر کی حفاظت کے لئے لگا دیا ہے۔ تاکہ کوئی جنگ میں شریک حکومت اسے ناجائز طور پر استعمال نہ کر سکے۔

کل ہی ڈائرکٹر جنرل پوسٹ آفس کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے۔ کہ جنگ کی اخبار کو صرف سات بجے صبح سے ایک بجے صبح تک براڈکاسٹ کیا جائے۔ اور اس سے علاوہ دوسرے اوقات میں اخبار بلیٹن دینے کی اجازت نہیں۔ اور اس سے پبلک کے جذبات کو ٹھنڈا اور معتدل رکھنا مقصود ہے۔

نیز چونکہ جنگ کے باعث یورپ و جنوبی امریکہ میں ہوائی و بحری ڈاک میں رکاوٹ پیدا ہو جانے کا ڈر ہے۔ بلکہ عملی طور پر ایسا واقعہ ہو چکا ہے۔ اس لئے جنرل پوسٹ آفس نے بعض نیوٹرل (غیر جانبدار) حکومتوں کے جہازوں کے ذریعہ ڈاک ارسال کرنے کا انتظام کیا ہے۔ ہوائی ڈاک کے بارہ میں چونکہ جرمن کمپنی کام بند کر چکی ہے۔ اور فرانسیسی کمپنی کے جہازوں کی آمد و رفت کے متعلق بھی یقینی علم نہیں۔ اسلئے یورپ کو جانے والی ہوائی ڈاک یہاں سے نیویارک کو ہوائی ڈاک میں بھیجی جائیگی۔ اور وہاں سے یورپ تک بحری جہازوں کے ذریعہ لے جائی جائیگی۔

ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہے۔ کہ جنگ کے باعث برطانیہ فرانس اور جرمن وغیرہ جنگ میں شریک حکومتوں کے سکہ کی قیمت بہت حد تک گر چکی ہے۔ اور لگاتار گر رہی ہے۔ مثلاً ۱۵ اگست کے اخیر تک سٹرلنگ پاؤنڈ کا تبادلہ زر یہاں کے سکہ میں ۱۷ پیسو اور 30 سنٹ تھا۔ اور اب ۱۶ پیسو ۷۰ سنٹ ہے۔ بلکہ عام تبادلہ زر کرنے والے سٹرلنگ پاؤنڈ صرف ۱۴ پیسو 75 سنٹ کو خرید رہے ہیں۔ اور گمان کیا جاتا ہے۔ کہ اگر جنگ حاضرہ طول پکڑ گئی۔ تو جنگ عظیم کی طرح یہاں پاؤنڈ کی قیمت آٹھ پیسو تک پہنچ جائے گی۔

ارجنٹائن کی طرح اور امریکن حکومتیں بھی احتیاطات اختیار کر رہی ہیں۔ گذشتہ جنگ عظیم میں جمہوریتہائے امریکہ کی سیاسی پالیسی کچھ زیادہ متحد نہ تھی۔ بلکہ بعض حکومتیں جنگ میں شریک ہو گئیں۔ اور بعض غیر جانبدار رہیں۔ لیکن اس بار سیاستدان کوشش کر رہے ہیں۔ کہ تمام امریکہ کی پالیسی ایک جیسی ہو۔ لہذا ان امور میں غور کرنے کے لئے عنقریب ۲۳ ر ستمبر کو پانامہ میں تمام حکومتہائے امریکہ کی (جو کہ ۲۱ اکیس ہیں) نمائندہ کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ اور اس میں شریک ہونے کے لئے اکثر حکومتوں کے وفود ان کے وزراء خارجہ یا خاص نمائندوں کے زیر قیادت پہنچ رہے ہیں۔ یہ اجتماع اپنی نوعیت کے لحاظ سے تاریخ امریکہ میں پہلا اور نہایت اہم ہے۔ پانامہ کانفرنس میں شرکت کے لئے ارجنٹائن کا وفد Dr. Leopold Melo کی زیر صدارت سفر کر چکا ہے۔ اور اس کانفرنس کا ایجنڈا جسے حکومت ارجنٹائن منظور کر چکی ہے۔ مندرجہ ذیل ہوگا۔ اولاً غیر جانبداری ثانیاً امریکہ میں حفاظت امن ثالثاً اقتصادی و تجارتی تعاون۔ والسلام

صلح کے لئے پریذیڈنٹ امریکہ سے درخواست

نیویارک سے ۸ ر اکتوبر کی خبر ہے۔ کہ امریکن سینٹ میں ایک ممبر نے ایک ریزولیوشن پیش کیا ہے۔ کہ پریذیڈنٹ روزویلٹ دیگر غیر جانبدار ممالک کو ساتھ لے کر یورپین ممالک میں صلح کرانے کی کوشش کریں۔ اور جنگ کو ختم کرنے کا جو سنہری موقعہ ہٹلر کی تقریر سے پیدا ہوا ہے۔ اسے ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ گو سینٹ کے ممبر دو پارٹیوں میں منقسم ہیں۔ مگر صدر جمہوریہ کے ثالث بننے کے معاملہ میں دونوں متفق ہیں۔ اور سرکردہ ممبروں کی طرف سے ذاتی طور پر بھی ان پر زور ڈالا جا رہا ہے۔ کہ وہ اس معاملہ میں مداخلت کر کے یورپ کو جنگ کی تباہ کاریوں سے بچا لیں۔ امریکہ کے وزیر خارجہ نے اخباری نمائندوں کی کانفرنس میں بیان کیا۔ کہ جرمنی کے کسی غیر سرکاری حلقہ کی طرف سے مسٹر روزویلٹ کی ثالثی کی کوئی تجویز موصول نہیں ہوئی۔ خارجہ سب کمیٹی کے صدر نے کہا ہے۔ کہ اگر فریقین آپ کو ثالث بنانا چاہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ مسٹر روزویلٹ اس معاملہ میں مداخلت پر آمادہ نہ ہوں۔ لیکن خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اس مصالحت کی راہ میں دو مشکلات ہیں۔ اول تو چیکوسلواکیہ اور پولینڈ کے مستقبل کا فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ لیکن اگر اسکی کوئی صورت پیدا ہو بھی۔ تو اس امر کی گارنٹی مشکل ہے۔ کہ ہٹلر اپنے وعدوں سے انحراف نہیں کرے گا۔ امریکہ کے اخبارات نے لکھا ہے۔ کہ اگر ہٹلر واقعی امن کا خواہاں اور جنگ کا انسداد چاہتا ہے۔ تو اسے اپنی صدق دلی کا ثبوت دینے کے لئے سب سے پہلے یہ اعلان کر دینا چاہیئے۔ کہ وہ چیکوسلواکیہ اور پولینڈ کو آئرلینڈ کا سا ڈومینین سٹیٹس دے دیگا۔ اس چیز کو ہٹلر کی نیک نیتی کیلئے امتحان قرار دیا جا رہا ہے۔

چندہ خاص کی وصولی کے متعلق خاص توجہ کی ضرورت ہے

صدر انجمن احمدیہ کے مالی بار کو ہلکا کرنے کے لئے مجلس مشاورت سنہ ۱۹۳۸ء میں فیصلہ ہوا تھا۔ کہ ایک لاکھ روپیہ چندہ خاص کے ذریعہ تین سالوں میں وصول کیا جائے۔ چنانچہ حسب فیصلہ مجلس مشاورت گذشتہ سال پندرہ ہزار ۱۵۰۰۰ روپے اور سنہ حال میں پینتیس ہزار ۳۵۰۰۰ روپے کی رقم وصول ہونی چاہیئے۔ پینتیس ہزار روپیہ کے مطالبہ کی بناء پر آخر ستمبر سنہ ۳۹ء تک قریباً ساڑھے چودہ ہزار ۱۴۵۰۰ روپے کی رقم وصول ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ اب تک وصولی کی مقدار ۱۵۰۰/-/- کے قریب ہوئی ہے۔ یعنی دسواں حصہ۔ موجودہ رفتار سے ظاہر ہے۔ کہ جماعت نے اس ضروری چندہ کی فراہمی کے لئے اب تک کوئی خاص توجہ نہیں کی۔ اور اگر خدانخواستہ یہی حالت رہی۔ تو سال تمام تک مطلوبہ رقم کے کسی معقول حصہ کا پورا ہونا مشکل نظر آتا ہے۔

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مجلس مشاورت کے نمائندگان کو فرما چکے ہیں۔ کہ جس امر کا مشاورت میں فیصلہ ہو جائے تو اسکی پابندی کی جایا کرے۔ مگر چندہ خاص کے بارے میں مشاورت کے فیصلہ کے مطابق تعمیل نہیں کی گئی۔ جو ایک زندہ قوم کی شان کے بالکل منافی ہے۔

لہذا احباب و عہدہ داران جماعت اور نمائندگان مجلس مشاورت کو ان کی ذمہ واری کی طرف خاص طور پر توجہ دلاتا ہوں۔ براہ مہربانی پوری طرح کوشش کر کے مطلوبہ رقم پوری کر دیں۔ اور یہ رقم اسی وقت تک پوری ہو سکے گی۔ اگر ہر دوست سے اسکی ایک ماہ کی آمد کا پندرہ فی صدی شرح سے چندہ وصول کیا جائے گا۔ بالآخر دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ذمہ واریوں کو سمجھنے اور ان کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(ناظر بیت المال)

ہٹلر کی تقریر

اب پولینڈ زندہ نہیں ہوسکتا

پیرس ۶ اکتوبر۔ آج ہر ہٹلر نے جرمن پارلیمنٹ میں اپنی تقریر کی۔ جس کا کئی دنوں سے چرچا تھا۔ اور حسب توقع اپنی طرف سے صلح کی تجویزیں پیش کر دیں۔ ہر ہٹلر نے حسب عادت فخر و مباہات اور برطانیہ سے دوستانہ تعلقات استوار کرنے کی آرزو کا اعادہ کیا۔ نوآبادیات کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ اور آخر میں دھمکی بھی دی۔ کہ پولینڈ کے بارے میں روس اور جرمنی کسی کا دخل گوارا نہیں کریں گے۔ اور وہاں جو کچھ ہوگا۔ ان دونوں حکومتوں کی مرضی کے مطابق ہوگا۔

۵ حکومتوں کی کانفرنس

ہر ہٹلر نے کہا۔ کہ جرمنی نے جو کچھ کیا ہے۔ قیام امن یورپ کے لئے کیا ہے۔ اس نے تجویز پیش کی۔ کہ پانچ حکومتوں کی ایک کانفرنس منعقد کی جائے۔ تاکہ یورپ میں ہر ملک کے مقاصد و مطالبات کی وضاحت ہو۔ ہر ہٹلر نے کہا۔ کہ اگر یہ تجویز مان لی جائے تو میں نوآبادیات کے سوا تمام مطالبات ترک کرنے کے لئے تیار ہوں۔ برطانیہ اور فرانس سے نوآبادیات کا مطالبہ کسی الٹی میٹم کی صورت میں نہیں ہے۔ بلکہ جداگانہ نوعیت رکھتا ہے۔ بین الاقوامی انصاف کا تقاضا ہے۔ کہ جرمنی کو اس کی آبادیاں واپس مل جائیں۔ کیونکہ اسے بھی خام پیداوار کی ضرورت ہے۔

تخفیف اسلحہ

پانچ حکومتوں کی کانفرنس سے پہلے ایک حد تک تخفیف اسلحہ پر عمل ہونا ضروری ہے۔ اور جنیوا مطابق گیس اور جراثیم کے بم پھینکنے اور آبدوزوں کے ذریعہ ناکہ بندیاں وغیرہ ترک ہونی چاہئیں۔ تاکہ جو کانفرنس ہو اسے دھمکی یا تشدد کا دھڑکا نہ لگا رہے۔ اس سلسلہ میں ہر ہٹلر نے بتایا۔ کہ پولینڈ کی لڑائی میں جرمن طیاروں نے صرف فوجی مراکز پر بمباری کی تھی۔

برطانیہ پر الزام

ہر ہٹلر نے برطانیہ پر حسب عادت پھر الزام لگایا۔ کہ وہ ہمیشہ جرمنی کے خلاف رہا ہے۔ لیکن جرمنی نے اس کے راستے میں کبھی روڑے نہیں اٹکائے۔ "میں بارہا اعلان کر چکا ہوں۔ کہ میں مغرب میں کچھ نہیں چاہتا۔ ہر ہٹلر نے کہا۔ مدت العمر سے میری آرزو رہی ہے۔ کہ جرمنی اور برطانیہ کے درمیان دوستانہ تعلقات مستحکم ہو جائیں۔ اگر جرمنی اور برطانیہ کے درمیان سمجھوتہ ہو جائے۔ تو یورپ کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں ہوسکتی"۔

پولینڈ کے متعلق

پولینڈ کا ذکر کرتے ہوئے ہر ہٹلر نے کہا۔ کہ وہاں جو کچھ ہوگا۔ روس اور جرمنی کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ یہ دونوں حکومتیں اس معاملہ میں کسی کی مداخلت گوارا نہیں کریں گی۔ ہر ہٹلر نے سوال کیا۔ کہ فرانس اور برطانیہ کس چیز کے لئے لڑ رہے ہیں۔ کیا وہ چاہتے ہیں۔ کہ پولینڈ میں سابقہ حکومت پھر قائم کریں۔ روس اور جرمنی ایسا کبھی نہیں ہونے دیں گے پولینڈ معاہدہ وارسائی کی پیداوار ہے۔ میں بارہا اعلان کر چکا ہوں۔ کہ وارسائی کی بے انصافیوں کو دور کر کے رہوں گا۔ یورپ کو تو روس اور جرمنی کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ کہ انہوں نے مرکزی اور جنوب مشرقی یورپ میں ہمیشہ کے لئے امن قائم کر دیا ہے۔ اب نیا معاہدہ وارسائی نہیں بنے گا۔ اگر برطانیہ کہے گا۔ کہ پولینڈ دوبارہ بنایا جائے گا۔ تو میں کہوں گا۔ کہ پولینڈ آئندہ نہیں بنے گا۔ میں کہوں گا۔ کہ آئندہ وارسائی جیسا معاہدہ ہرگز مرتب نہیں ہونے پائے گا۔

پولینڈ کی لڑائی کا ذکر کرتے ہوئے ہر ہٹلر نے کہا۔ کہ پچھلے مہینہ کے اخیر تک پولینڈ میں جرمنی کے بری۔ بحری اور فضائی فوج کے ۱۰۵۷۲ آدمی ہلاک ۳۰۰ ہزار ۳۲۲ زخمی اور ۴۰۰ ۳ مفقود الخبر ہوئے۔ ان اعداد میں سپاہی اور افسر دونوں شامل ہیں۔

ہر ہٹلر نے کہا۔ پولینڈ کی لڑائی کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا ہے۔ کہ روس اور جرمنی کے درمیان گہری دوستی قائم ہوگئی ہے۔ جب سے دونوں ممالک نے باہمی معاہدوں کی دفعات پر عمل شروع کیا ہے۔ باہمی نزاع کے اسباب دور ہوگئے ہیں۔ اب روس اور جرمنی جغرافیائی اور نسلی معیار پر حد بندی کر رہے ہیں۔ تاکہ آئندہ جھگڑوں کے امکانات بھی نہ رہیں۔ چنانچہ تجویز یہ ہے کہ دونوں ممالک اپنی نسل کے آدمی واپس بلالیں۔

پھر دھمکی

آخر میں ہر ہٹلر نے اعلان کیا۔ کہ اگر میری تجویز نہ مانی گئی۔ تو میں اس کے بعد اور کوئی بات نہ کہوں گا۔ پھر جرمنی لڑے گا۔ اگر مسٹر چرچل کو حسن ظن ہے۔ کہ برطانیہ فتحمند ہوگا۔ لیکن مجھے یقین ہے۔ کہ جرمنی جیتے گا۔

ہٹلر کی تقریر کا برطانوی گورنمنٹ کیطرف سے جواب اور دیگر ممالک کی آراء

ہٹلر کی مذکورہ بالا تقریر کے متعلق لنڈن سے ۷ اکتوبر کو گورنمنٹ برطانیہ نے ایک بیان شائع کیا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ ہٹلر نے صلح کے لئے جو تجاویز پیش کی ہیں۔ وہ کئی لحاظ سے مبہم اور غیر واضح ہیں۔ اس بات کا کوئی ذکر نہیں کہ جرمنی نے اس وقت تک دیگر ممالک پر جو زیادتیاں کی ہیں۔ ان کی تلافی کی کیا صورت ہوگی۔ برٹش گورنمنٹ صلح کی تجاویز پر فرانس اور اپنی نوآبادیاتی حکومتوں کے مشورہ سے غور کرنے کے لئے تیار ہے۔ مگر ضروری شرط یہ ہے۔ کہ وہ ایسی ہوں کہ جن سے آئندہ کے لئے یورپ میں جارحانہ حملوں کا خطرہ باقی نہ رہے۔ اور دوسرے چونکہ اس وقت تک جرمنی کی طرف سے پے بہ پے وعدہ خلافیاں ہو چکی ہیں۔ اسلئے اب اسکی طرف سے الفاظ سے زیادہ کسی چیز کی گارنٹی پیش ہونی چاہیئے۔ تا اس پر اعتماد قائم ہوسکے۔ ہٹلر نے اپنی تقریر میں جنگ کی ذمہ واری برطانیہ پر ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ مگر یہ بالکل بے بنیاد بات ہے۔ گذشتہ دو سال میں جرمنی کے پیدا کردہ حالات کے باوجود برطانیہ نے قیام امن کے لئے جو کوششیں کی ہیں۔ وہ بالکل واضح ہیں۔ اور دنیا ان کو تسلیم کرتی ہے۔

برطانوی پریس نے ان تجاویز کو ٹھکرا دیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ تمام متنازعہ فیہ امور کو گفتگوئے مصالحت کے ذریعہ حل کرنے کی دعوت آغاز جنگ سے قبل کئی بار دی گئی تھی۔ مگر ہٹلر نے اسے منظور نہ کیا۔ اب ان پر غور نہیں کیا جاسکتا۔ امریکہ کے مشہور اخبار نیویارک ٹائمز نے لکھا ہے۔ کہ یہ تجاویز اتحادیوں کو اور زیادہ غصہ دلانے والی ہیں۔ ہٹلر کو یقین ہے۔ کہ جرمنی طویل ناکہ بندی کا مقابلہ نہیں کر سکے گا وہ اپنی تجاویز پر جنگ کو ختم کرانا چاہتا ہے۔ لیکن اگر ایسا ہوا۔ تو یہ بہت برا ہوگا۔ ٹرکی کے سرکاری حلقوں کی رائے ہے۔ کہ اس تقریر کے پیش نظر اتحادیوں کے لئے جنگ جاری رکھنے کے سوا چارہ نہیں۔

روم سے ۷ اکتوبر کی اطلاع ہے۔ کہ یہاں کے حلقوں میں کہا جاتا ہے۔ کہ اس تقریر سے صورت حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اسے نہایت فضول تقریر کہا جا رہا ہے۔ اٹلی گو یورپ میں قیام امن کا خواہاں ہے۔ مگر وہ اس اصول کو منظور نہیں کر سکتا۔ کہ ہٹلر اور سٹالین خود ہی یورپ کے مسائل کا حل کر دیں۔

ہٹلر کی تقریر کا وزیر اعظم فرانس کی طرف سے جواب

پیرس سے ۷ اکتوبر کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ فرانس کے وزیر اعظم نے آج خارجہ کمیٹی کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ ہم اسلئے جنگ کر رہے ہیں۔ کہ یورپ سے جارحانہ حملوں کا خوف دور ہو جائے۔ اور مستقل امن قائم ہو۔ جسکی بنا ایسے وعدوں پر ہو۔ جو باعزت اور قابل اعتماد ہوں۔ اور جو نہ صرف برطانیہ و فرانس بلکہ یورپ کی سب حکومتوں کو حفاظت کی گارنٹی دے سکے۔ ہم ایسا امن چاہتے ہیں۔ جس میں کسی کو دوسرے پر اقتدار قائم کرنے کا خیال بھی پیدا نہ ہو۔ اور عوام کو آزادی کے ساتھ زندہ رہنے کا حق حاصل ہو۔ اور یہ جنگ جو ہم پر زبردستی ٹھونسی گئی ہے۔ اب اسی وقت ختم ہوسکتی ہے۔ جب ہمیں یہ یقین ہو جائے گا۔ کہ ایسا امن قائم ہوسکتا ہے۔ اور یہ اسی وقت ہوگا۔ جب ہمیں فتح حاصل ہوگی۔ اتحادیوں کی فتح کے نتیجہ میں ہی یورپ میں حقیقی انصاف اور دیرپا امن قائم ہوسکتا ہے۔

قابل توجہ موصی صاحبان جن موصی صاحبان کے ذمہ چھ ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ کا بقایا تھا۔ ان کے نام آخری نوٹس بصیغہ جوابی رجسٹری بھیجا گیا ہے۔ اور ایک ماہ کی مہلت دی گئی ہے۔ کہ یا تو بقایا ادا فرمادیں۔ یا مطابق قواعد مہلت حاصل کریں۔ اکثر کی طرف سے جواب آگیا ہے۔ جن کی طرف سے جواب نہیں آیا۔ ان کی وصایا بایک ماہ کی میعاد جو آخر اکتوبر ۳۹ء میں ختم ہو جائیگی۔ منسوخ کر دی جائیں گی۔ اور جن موصیوں نے مہلت لی ہے۔ یا بقایا کی ادائیگی کی اقساط مقرر ہیں۔ اگر وہ اپنے وعدوں پر قائم رہ کر ایفاء نہ کریں گے۔ تو انکی وصایا بھی منسوخ کر دی جائینگی۔ بار بار نوٹس نہیں دئیے جائیں گے۔ اپنے اقرار کا موصی صاحبان کو خود خیال رکھنا چاہیئے۔ (سیکرٹری مقبرہ بہشتی)

ہفتہ بھر کی جنگی خبریں

— لنڈن سے ۹ر اکتوبر کی خبر ہے۔ کہ ریاستہائے بالٹک میں مقیم جرمنوں کو ان ریاستوں سے نکل کر جرمن علاقہ میں آباد ہونے کا حکم دے دیا گیا ہے۔ چنانچہ اسٹونیا۔ لیٹویا۔ اور اسٹھونیا سے جرمن لوگ روانہ ہو رہے ہیں۔ صرف جرمن شہریوں کو ان ریاستوں سے نکل کر چلے جانے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ جرمن نسل کے باقی لوگوں کو نہیں۔ ان کو ۴۸ گھنٹے کی مہلت دی گئی ہے۔ کہ اپنے مستقبل کے متعلق آزادانہ فیصلہ کر لیں۔ اگر جرمنی میں جانا چاہیں۔ تو چلے جائیں۔ اور اگر رہنا چاہیں۔ تو رہیں۔ جن جرمنوں کی عمر فوجی خدمات کے قابل ہے۔ انہیں پہلے بھیجا جائے گا۔ اور انہیں تیاری کے لئے صرف چند گھنٹوں کا وقت دیا گیا ہے۔ اس اثنا میں وہ اپنی جائیدادوں اور کاروباروں کا فیصلہ کرا سکیں۔ تو کر لیں۔ ورنہ یہ تصفیہ حکومت کے حوالہ کر دیں۔ ہٹلر بلقان کی ریاستوں سے بھی جرمنوں کو واپس بلانے کے لئے ان سے خفیہ گفت و شنید کر رہا ہے۔ ان کو پولینڈ اور چیکوسلواکیہ میں آباد کیا جائے گا۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ جلدی اس لئے کی گئی ہے۔ کہ ان ریاستوں پر روسی حملہ کا خطرہ ہے۔ کوپن ہیگن سے ۹ر اکتوبر کی خبر ہے۔ کہ سوویٹ افواج آج یا کل اسٹونیا میں داخل ہو جائینگی۔ داخلہ کے لئے دو راستے تجویز کئے گئے ہیں۔ اور اس کے مختلف دستے بیک وقت مختلف مقامات اور جزائر پر قابض ہونے کی کوشش کریں گے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ اسٹونیا کی افواج بھی سوویٹ فوجوں سے مقابلہ کی زبردست تیاریاں کر رہی ہیں۔ بظاہر روسی افواج کے داخلہ کی غرض یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ از روئے معاہدہ روس کو وہاں جو بحری اور ہوائی حقوق حاصل ہوئے ہیں۔ ان کی حفاظت کے لئے یہ روسی فوج وہاں رہے گی۔ لٹویا میں ان حقوق کی حفاظت کے لئے اس نے ۲۰۰۰۰ فوج رکھی ہے۔ لیکن اسٹونیا میں اس سے دوگنی رکھے گا۔

— پیرس سے ۹ر اکتوبر کی خبر ہے۔ کہ جرمنی نے مغربی محاذ پر جنگی سرگرمیوں میں غیر معمولی اضافہ کر دیا ہوا ہے۔ اور فرانس پر حملہ کی تیاریاں بالکل مکمل کر لی ہیں۔ اسکی افواج سوئٹزرلینڈ کی سرحد کے ساتھ ساتھ اکٹھی ہو رہی ہیں۔ اور خیال کیا جاتا ہے۔ کہ وہ لکسمبرگ اور دریائے رائن کے ساتھ ساتھ حملوں کے لئے بھی بالکل تیار رہیں۔ تاخیر محض اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ ہٹلر کی تقریر کے نتائج کا انتظار کر رہی ہیں۔ جب تک قطعی طور پر یہ علم نہ ہو جائے۔ کہ اس کے نتیجہ میں صلح کا امکان معدوم ہے اس وقت تک پیش قدمی نہیں کی جائے گی۔ جن علاقوں سے فرانس پر حملہ کی توقع ہے۔ ان کے دیہات خالی کر دیئے گئے ہیں۔ فرانس کے ایک ماہر جنگ نے لکھا ہے۔ کہ گذشتہ ۲۴ گھنٹوں میں جرمن افواج لکسمبرگ کے جنوب میں اس تیزی سے پہنچتی رہی ہیں۔ کہ ایک دستہ ابھی پہنچنے نہ پاتا تھا۔ کہ دوسرا آ جاتا۔

— لنڈن سے ۸ر اکتوبر کی خبر ہے۔ کہ اسٹھونیا اور لیٹویا کے حسب دلخواہ شرائط منوانے کے بعد اب روس فن لینڈ کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ اور مطالبہ کیا ہے۔ کہ فن لینڈ کا سفیر اقتصادی اور سیاسی مسائل پر گفت و شنید کے لئے اپنا نمائندہ ماسکو بھیجے۔ حکومت فن لینڈ نے چار و ناچار اس مطالبہ کو منظور کر لیا ہے۔ امید کی جاتی ہے۔ کہ روس اس سے مطالبہ کرے گا۔ کہ خلیج فن لینڈ کے جزائر سٹیکر۔ ٹیائر سکیر اور ہوگا نیڈ اس کے حوالہ کر دئے جائیں۔ کوپن ہیگن کی اطلاع ہے۔ کہ گو یہ جزائر فن لینڈ کے لئے بے فائدہ ہیں۔ تاہم وہ روس کے اس مطالبہ کے آگے سر تسلیم خم کرنے کو تیار نہیں۔ بلکہ مقابلہ کرے گا۔ کہ وہ سکنڈے نیویا کا ایک حصہ ہے دفاعی طاقت کافی ہے۔ اور محل وقوع اس کا ایسا ہے۔ کہ جنگ کی صورت میں اسے آسانی کے ساتھ مبتلائے آلام نہیں کیا جا سکتا۔ سویڈن اس صورت حالات کا بغائر مطالعہ کر رہا ہے اور سوچ رہا ہے۔ کہ اگر روس فن لینڈ پر حملہ آور ہو۔ تو اس کا مستقبل کیا ہوگا۔ سٹاک ہالم سے ۸ر اکتوبر کی خبر ہے۔ کہ فن لینڈ کے وزیر خارجہ نے ایک اخباری نمائندہ سے بیان کیا۔ کہ مجھے معلوم نہیں۔ روس ہم سے کیا چاہے گا۔ دونوں ممالک کے عام مسائل پر گفت و شنید کرنا کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ ہم ہر معاملہ کے متعلق اچھی طرح سوچ سمجھ کر قدم اٹھاتے ہیں۔ سکون و اطمینان کے ساتھ ہر کام میں ہاتھ ڈالتے ہیں۔ اور آنے والے حالات کا احتیاط کے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔

— ڈیلی ایکسپریس نے لکھا ہے۔ کہ اگر غور و فکر سے کام لیا جائے۔ تو ہندوستان اور انگلستان کے مابین فیصلہ ہو سکتا ہے۔ اگر گفت و شنید ناکام رہی۔ تو اس کا زیادہ نقصان ہندوستان کی نسبت انگلستان کو ہوگا۔ ہندوستانیوں کو سب سے زیادہ خطرہ اس ملک کے قدامت پسند اور سرمایہ دار طبقہ سے ہے۔ جو ہندوستان کی ترقی کی ہر تجویز کی مخالفت اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ لیکن اب بھی اگر ان لوگوں نے یہ رویہ ترک نہ کیا۔ تو ان کی یہ حماقت غداری کے مترادف ہوگی۔

— لنڈن۔ ۸ر اکتوبر۔ جرمن فریڈم اسٹیشن سے اعلان کیا گیا ہے۔ کہ یہ جنگ ہٹلر کی پرائیویٹ جنگ ہے۔ اور وقت قریب آنے والا ہے۔ جب اہل جرمن ان دروغ باف مجرموں کو سزائیں دیں گے۔ جنہوں نے جنگ شروع کی ہے۔

— فرانسیسی افواج کی پیش قدمی جرمن افواج کے لئے موجب پریشانی ثابت ہو رہی ہے۔ سار کے کوئلہ کی کانوں کے قریب فرنچ افواج عنقریب پہنچنے والی ہیں۔ جرمن افواج کو فرانسیسی مشین گنوں کی گولہ باری نے بھگا دیا ہے۔ جرمنی سے جو علاقے چھینے گئے ہیں۔ ان میں فرانسیسی پوزیشن اس قدر مضبوط ہے۔ کہ جرمنی اُن پر دوبارہ قبضہ نہیں کر سکے گا۔

— جبل پور۔ ۹ر اکتوبر۔ اس جگہ اسلحہ ساز کارخانہ کی تعمیر کے لئے ۱۳۰۰ ایکڑ زمین خریدی جا چکی ہے۔ اور تعمیر کا کام عنقریب شروع کر دیا جائے گا۔ صوبجاتی حکومت نے ایک قریبی موضع میں بہت سا رقبہ مزید خریدنے کا اعلان کیا ہے۔ جس پر پندرہ روز کے اندر اندر قبضہ کر لیا جائے گا۔

— چکوال ۹ر اکتوبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ جنگ کے متعلق کانگرس کی پالیسی سے اختلاف کی وجہ سے مقامی کانگرس کمیٹی کے تمام عہدیدار مستعفی ہو چکے ہیں۔

— برلن ۸ر اکتوبر۔ جرمن گورنمنٹ نے تمام غیر جانبدار ممالک کو متنبہ کیا ہے۔ کہ اپنے تجارتی جہاز اپنے جنگی جہازوں کی حفاظت میں بھیجا کریں۔ اگر ان کے تجارتی جہازوں کے محافظ کسی ایسے ملک کے جنگی جہاز ہوئے۔ جو جنگ میں شریک ہے۔ تو ہمارے آبدوز ان کو غرق کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔ اگر ان کے ساتھ ان کے اپنے جنگی جہاز ہونگے۔ تو ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔ حکومت فن لینڈ کے جہاز لکڑی اور دودھ مکھن وغیرہ لے کر برطانیہ جایا کرتے تھے۔ اور برطانیہ کے جنگی جہاز ان کی حفاظت کرتے تھے۔ اس حکم سے فن لینڈ میں سنسنی پھیل گئی ہے۔

— برلن ۹ر اکتوبر۔ سوئٹزرلینڈ کے ایک اخبار کا بیان ہے۔ کہ جرمنوں کو یہ یقین دلایا گیا ہے۔ کہ بہت جلد صلح ہو جائے گی۔ اور ہٹلر کی تقریر پر برطانیہ اور فرانس کے تبصروں سے اہل جرمنی کو آگاہ نہیں کیا گیا۔

— جرمن فریڈم سٹیشن سے اعلان کیا گیا ہے۔ کہ نازی جنگ میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جرمنی کی اکثریت ان کے خلاف ہے۔

امپیریل وار کونسل میں ہندوستان کے نمائندہ سر ظفر اللہ خاں

دہلی سے ۱۰ر اکتوبر کا ایک سرکاری اعلان مظہر ہے۔ کہ گو ہندوستان کو تا حال درجۂ نوآبادیات حاصل نہیں۔ تاہم برطانوی گورنمنٹ نے امپیریل وار کونسل میں اسے حق نمائندگی دینا پسند کیا ہے۔ چنانچہ ملک معظم کی طرف سے ذیل کا اعلان کیا گیا ہے۔

لنڈن میں نوآبادیات کے وزراء کے ساتھ موجودہ صورت حالات کے متعلق جو مشورہ کیا جائیگا۔ اس سلسلہ میں حکومت ہند کو بھی اپنا نمائندہ بھیجنے کی دعوت دی جاتی ہے۔

حکومت ہند نے اس دعوت کا یہ جواب دیا ہے۔ کہ اس نے آنریبل چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب لاء ممبر گورنمنٹ آف انڈیا کو اس غرض سے انگلستان بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جناب چودھری صاحب کی جگہ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں شیخ سر عبد القادر صاحب کام کریں گے۔ اپنی موجودہ ملازمت کے دوران میں آنریبل چودھری صاحب تیسری مرتبہ سرکاری فرائض کی انجام دہی کے لئے انگلستان تشریف لے جا رہے ہیں۔ آنریبل سر عبد القادر صاحب پنجاب کونسل کے پریذیڈنٹ۔ ہائی کورٹ کے جج۔ اور وزیر ہند کی کونسل کے ممبر رہ چکے ہیں۔

— پیرس کے فوجی حلقوں کا بیان ہے۔ کہ جرمنوں کے حملہ کا نہایت سختی سے مقابلہ کیا جائے گا۔ اور اول تو جرمنوں کو بہت جلد میدان چھوڑنا پڑیگا۔ لیکن اگر انہوں نے جم کر مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ تو ان سے کم از کم پانچ دس لاکھ کے درمیان آدمی مار جائینگے۔

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام مولوی عطاء اللہ خاں فاضل پرنٹر کے چھپوا کر میر قاسم علی ایڈیٹر و پبلشر نے فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)